www.novelsclubb.com
جگنو
ناولز کلب
از قلم رومیسہ شہزادی
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

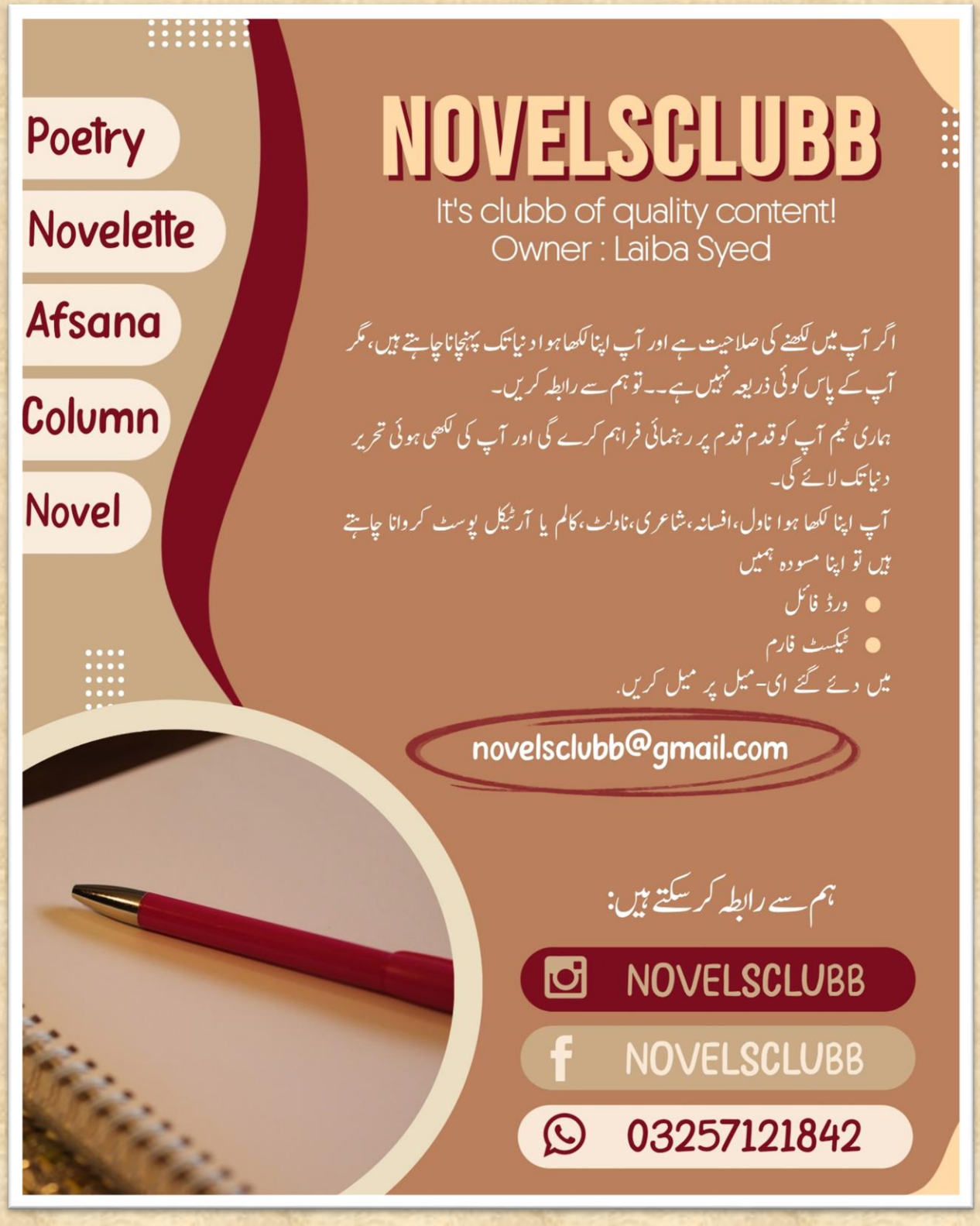
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

جگنو

از قلم

رومیسہ شہزادی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پیش لفظ

میں جو کہ اکیسویں صدی کی پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔میں ہمیشہ سے ایک ایسا زمانہ تصور کرتی تھی جس میں سب کچھ خالص ہو۔۔میں اس بلیک اینڈ وائٹ زمانے میں رہنا چاہتی تھی جس میں محبت کا مطلب احترام، قربانی، حیا اور انتظار ہوتا تھا۔میں ایسے زمانے کو تصور کرتی تھی جس میں سکرین نہیں تھی، انسان کے ڈپریشن کی وجہ کچھ بھی ہو سکتا تھا لیکن دوست نہیں۔۔میں ایسے زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جہاں میں اپنے عزیز اور پسندیدہ لوگوں کو خط لکھوں اور پھول اور دعا دے کر بتا سکوں کہ وہ میرے لیے کیا ہیں۔۔مگر ایک سکرین نے سب ختم کر دیا۔۔ایک کلک نے صبر، تحمل اور انتظار ختم کر کے انسان کو انسان نہیں رہنے دیا۔۔میں اس زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جہاں واقعی زندگی سانس لیتی تھی۔۔آج کا انسان جلد باز ہے۔۔کسی کے پاس کسی کے لیے وقت نہیں ہے۔۔میں اس زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جب لوگوں کے پاس لوگوں کے لیے وقت تھا۔

A special thanks to Nauman Ali Khan

جن کے ریکارڈ کیے گئے لیکچرز نے مجھے قرآن کو سمجھنے اور لکھنے میں بہت مدد دی

مصنفہ

رومیسہ شہزادی

جگنو

قسط نمبر 3

رات گہری، ہر طرف سناٹا تھا۔ سیاہ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے ہاں البتہ چاند غائب تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم، خاموشی۔ پورا گاؤں سویا تھا مگر اس سناٹے میں بھی کسی کی چہکتی آواز گونج رہی تھی۔

"رات بہت ہو گئی ہے امی ڈانٹیں گی۔۔ ہمیں اس وقت نہیں نکلنا چاہیئے تھا گھر سے"

وہ اور شیخو اس وقت کھیتوں کے درمیان کچے راستے پر چلتے گھر جا رہے تھے۔ شیخو خاموش تھا جبکہ وہ مسلسل بولے جا رہی تھی۔ پیچھے برگد کا بوڑھا پیڑ خاموش کھڑا اسے سن رہا تھا اور ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔

"ہوں" وہ بس اتنا ہی بول پایا۔ کھیتوں میں ذرا سی سرسراہٹ پیدا ہوئی، دونوں رک گئے اور دائیں جانب دیکھنے لگے جہاں سنہرے کھیت ذرا سے ہل رہے تھے

بکری کا بچہ کھیتوں میں سے نکل کر ان کے آگے چلنے لگا۔ وہ ہنسنے لگی "ارے۔۔ یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" اور پھر وہ اسے پکڑنے کے لیے آگے بھاگی۔

وہ بچہ دوڑنے لگا اور حوا اس کے پیچھے۔ بھاگتے بھاگتے اس کی سانس پھول گئی اور ایک جگہ آ کر اس نے اسے پکڑ لیا۔

"پکڑ لیا۔" زمین پر بیٹھی اور پھر زور زور سے سانس لینے لگی۔ بکری کا بچہ اس کی گود میں تھا۔

مگر پکڑنے کے دو منٹ بعد ہی اسے احساس ہوا وہ جس جگہ تھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ شیخو کو وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ ارد گرد دیکھا، آسمان پر کوئی ستارہ نہیں تھا۔ فصلیں نہیں ہر طرف جھاڑیاں تھیں، زخمی کر دینے والی جھاڑیاں۔

وہ حونقوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"شیخو!"

"تم کہاں ہو؟" اس نے ایک اونچی آواز دی۔

پھر زمین پر بیٹھی گود میں بکری کا بچہ لیے حوا کھڑی ہوئی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے، ڈر اور خوف کا احساس تھا۔

اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔ وہ مڑی اور دل منہ کو آ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے حواسے وہ بکری کا بچہ چھین لیا۔لڑکی نے دیکھنے کی کوشش کی یہ کون تھا؟مگر نظر نہیں آرہا تھا۔

"تت۔۔تم کون ہو؟"اندھیرے میں ایک سیاہ سراپا۔

اس نے جواب نہیں دیا۔پسینے میں شرابور لڑکی بغیر مڑے پیچھے ہونے لگی۔ڈر کر سہم کر۔ ایک دم سے توازن برقرار نہ رکھ پائی اور زمین پر گر گئی۔گرتے ہی ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی۔دونوں ہاتھوں میں اتنا درد۔اس نے اپنے ہاتھ دیکھے،سرخ رنگ کا مائع تھا جو بہہ نکلا تھا۔"اتنا خون،زمین پر کانٹے ہیں کیا؟"آنکھوں میں آنسو آنے سے ہتھیلیوں سے نکلتا سرخ مائع دھندلا ہو رہا تھا۔وہ ہچکیوں سے روتی اونچی اونچی شیخو کا نام پکارنے لگی تھی۔

"شیخو۔۔۔۔شیخو!"

"شیخو تم کہاں ہو؟"

کوئی جواب نہیں آیا۔۔اور وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔خون کے ٹپکنے نے اس کی قمیض کے سفید دامن کو سرخ کر دیا۔ہر جگہ خاموشی تھی۔کوئی نہیں تھا۔

"ابو۔۔۔"اب کی بار اس نے بلند آواز میں عبداللہ کو پکارا۔

کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی اور روئے جا رہی تھی۔

ایک جانی پہچانی آواز تھی جو اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ایسی آواز جو ہر طرف گونج رہی تھی

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

پھر ایک بار یہی آواز۔وہ خاموشی سے گردن گھماتی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔وہ آواز ایسی تھی کہ انسان اسے ٹھہر کر سنے، محو ہو کر سنے، فرصت سے سنے، سحر زدہ ہو کر سنے۔

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

"فبای آلائ ربکم تکذبن"

(تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

خواب کا سحر ٹوٹا اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ پسینے سے شرابور، دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے سے باہر آجائے گا، سارا وجود کانپ رہا تھا۔ اس نے جلدی جلدی خود پر سے چادر ہٹائی اور اپنا دامن دیکھا۔ ہاتھ دیکھے، کوئی خون نہیں تھا۔ ہاں البتہ تلاوت کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔ کھڑکی کا پردہ ہوا سے جھول رہا تھا۔ کمرے میں نیم روشنی تھی۔ اس نے جلدی سے جوتا پہنا، دوپٹہ لیا اور باہر نکل آئی۔ سیڑھیوں سے نیچے صحن میں تخت پوش پر بیٹھے عبداللہ خان تلاوت کر رہے تھے۔

وہ سیڑھیاں اتری اور تخت پوش پر اپنے بابا کے بائیں جانب ان کے بازو سے سر لگائے بیٹھ گئی۔ وہ سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے سن رہی تھی۔ گہرا نیلا جامنی آسمان تھا، ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی جو کہ اسے سکون دے رہی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ بھی فضا میں گونج رہی تھی۔ خواب ٹوٹ گیا تھا، حقیقت پر سکون تھی۔

"صدق اللہ العظیم"

تلاوت ختم ہوئی۔ انھوں نے قرآن کو چوما اور پھر غلاف میں بند کر کے ریل پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا۔۔ ڈر گئی تھیں؟" انھوں نے نظریں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

بچپن میں بھی جب وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتی یا ڈر جاتی تھی تو ایسے ہی اپنے باپ کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاتی تھی۔ایک احساس تھا جو اسے محفوظ کر دیتا تھا۔دنیا سے بے گانہ، باپ کی شفقت کا سایہ۔وہ یوں محسوس کرتی تھی جیسے وہ کوئی چڑیا کا بچہ ہو اور ڈر جانے پر اس کا باپ اسے اپنے پروں میں چھپا لیتا ہو۔۔باپ کا سایہ اپنی اولاد کے لیے چڑیا کے اس پر سے کم نہیں ہوتا جو اپنے بچے کو بدلتے موسموں کی سختی، بدلتے حالات کی نرمی سختی اور ہر آنے والے خطرے سے بچا لیتا ہے، اسے ڈھانپ لیتا ہے۔

"ہوں"

انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔اب تو سب ٹھیک ہے۔خواب تو خواب ہوتا ہے، ٹوٹ گیا۔

اس نے آنکھیں کھول لیں۔

"چلو شاباش۔۔اٹھو نماز پڑھو۔۔اللہ سب ٹھیک کر دیتا ہے"

"ہوں" سر ہٹا کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ صحن میں سکون تھا، سب سوئے تھے مگر عبداللہ اور بنت عبداللہ جاگے ہوئے تھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باپ کو دیکھا تو مسکرا دی۔ پھر اٹھی اور اوپر چلی گئی۔ اب اسے نماز پڑھنی تھی۔

دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ پردے ہٹے ہوئے تھے، روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی اور وہ الماری کھولے، کپڑے نکال نکال کر بیڈ پر رکھ رہا تھا۔ پھر انھیں تہہ کر کے اپنے سفری بیگ میں رکھ لیتا۔ کام میں مگن، بال بکھرے، قمیض کے کف کہنیوں تک موڑے وہ کافی مصروف تھا۔ آج اسے گھر واپس چلے جانا تھا۔ اسی وقت اس کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"آجائیں!" قمیض تہہ کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے بولا۔

اب وہ الماری میں جھانک رہا تھا۔ عبدل اندر داخل ہوا۔ وہ ابراہیم کا ہم عمر تھا، اکبر بابا کا بیٹا۔

"ابراہیم بھائی۔۔ یہ آپ کے دوست آئے تھے۔۔ لفافہ دے گئے ہیں" عبدل نے ایک خاکی لفافہ آگے بڑھایا۔

الماری میں سے منہ نکالا اور اس لفافے کو دیکھا۔ پھر آگے بڑھا اور وہ پکڑ لیا۔

"میرا دوست؟" لفافے کو کھولتے ہوئے بولا۔

"جی وہ جو پچھلی بار آئے تھے" عبدل نے اسے یاد کرانے کی کوشش کی۔اس نے لفافے کے اندر جھانک کر ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر پڑھا۔

"براہیم۔۔مجھے امید ہے تم میرا دل رکھو گے" لفافے میں کچھ اور بھی تھا،اس نے لفافے میں اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت اور ساتھ والی انگلی سے اندر پڑا ایک سیاہ رنگ کا ذرا سا موٹا کاغذ پکڑا اور باہر نکالا۔دراصل وہ ایک ٹکٹ تھی۔ایک تھیٹر کی ٹکٹ جس پہ شام ساڑھے چار بجے کا وقت درج تھا۔

"ایک تو یہ دل رکھتے رکھتے میں نے خود کو گروی رکھ دیا ہے" وہ بے زار ہوا تھا۔

"جی؟" عبدل کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"کچھ نہیں۔۔شکریہ! تم جاؤ" اس نے ٹکٹ اور کاغذ دوبارہ لفافے میں رکھ دیے۔ایک سانس خارج کی اور اسے بستر پر رکھ دیا۔

شام کو اسے نکلنا تھا اور یہ قیس۔۔"الو کہیں کا!" وہ بس غصے میں یہی کہہ سکا اور دوبارہ الماری کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عصر کے بعد کا وقت تھا۔آسمان پر نارنجی رنگ پھیل رہا تھا۔کہیں کہیں سرمئی رنگ کے ہلکے بادل بھی تھے۔پرندے یوں جیسے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہوں۔اسے بھی آج اپنے گھر لوٹنا تھا مگر جو پلان اس نے ترتیب دیا تھا وہ پورا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔تھیٹر کے باہر رش تھا مگر اتنا زیادہ بھی نہیں کہ دھکم پیل ہو۔تھیٹر کھلا ہوا تھا اور لوگ آرہے تھے۔آج کوئی خاص شو تھا شاید یا پھر یہاں شاید ایسے ہی لوگ آتے جاتے تھے۔پتہ نہیں مگر اس کا پہلا دن تھا وہ بھی صرف قیس کے کہنے پر آیا تھا مگر ابھی تک قیس اس سے نہیں ملا تھا۔اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے لفافہ نکالا۔۔اسے کھولا اور اندر وہی سفید کاغذ تھا۔۔جس کی پہلی سطر تھی "براہیم مجھے امید ہے۔۔تم میرا دل رکھو گے" مگر دوسری سطر نہ اسے پہلی بار پڑھنے پر سمجھ آئی تھی اور نہ اب آرہی تھی۔

"پہلی لائن، بائیں ہاتھ سے بارہویں سیٹ، سٹیج کے بالکل سامنے"

پڑھ کر تو لگتا تھا جیسے وہ اسے سمجھا رہا ہو کہ وہ یہاں ملے گا یا اس کے بتائے پتے پر بیٹھ جائے۔خیر ٹکٹ دے کر وہ اندر آگیا۔کمرے میں اندھیرا تھا البتہ سٹیج پر روشنی تھی۔وہاں سے پھیلتی روشنی باہر سے اندر آنے والوں کے لیے کافی تھی کہ وہ دیکھ سکیں کہ کہاں بیٹھنا ہے۔سرخ

Clubb of Quality Content

رنگ کی ساتھ ساتھ جڑی ہوئی کرسیاں۔۔۔ہال میں لگی کرسیاں اوپر سے نیچے کی طرف بڑھ رہی تھیں یعنی فرش ہموار نہ تھا۔۔اوپر سے نیچے کی طرف جاتا تھا۔ایک طرف اوپر سے نیچے تک آتی سیڑھیاں تھیں بلکل فراز سے نشیب کی طرح جیسے پہاڑ سے اترتے وقت اوپر سے نیچے آتے ہیں۔وہ نیچے بڑھتا جارہا تھا یہاں تک کہ پہلی لائن میں پہنچ گیا۔دائیں ہاتھ سے بارہویں کرسی کے آگے کھڑا ہو گیا۔ قیس نہیں آیا۔وہ ذرا سا گھبرایا

"یہ اب کیا چاہتا ہے۔۔مل لینے دو اس الو کو۔۔ایسے کان کھینچوں گا کہ۔۔"وہ دبے دبے غصے میں سوچ رہا تھا۔وقت ختم ہوا۔ہال کے دروازے بند ہو گئے۔ہر طرف اندھیرا تھا اور مجبوری تھی۔اس نے وہیں بیٹھنا غنیمت جانا۔سٹیج پر روشنی تھی اور سرخ رنگ کے پردے سٹیج کے آگے گرے ہوئے تھے۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس وقت پردوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔وہ خاموش بیٹھا تھا پھر اکتا گیا اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔بائیں ہاتھ کو ماتھے تک لے کر گیا، کہنی کرسی کے بازو پر جمی تھی اور وہ مسلسل اپنی کنپٹی کو ہاتھ کی دو انگلیوں سے مسل رہا تھا۔ یوں جیسے سر درد ہو۔ہر طرف مکمل اندھیرا ہو چکا تھا۔چند لمحوں کے بعد دونوں پردے ہٹے۔ایک مشرق کی جانب چلا گیا اور دوسرا مغرب کی جانب۔درمیان میں سپاٹ لائٹ تھی۔روشنی درمیان میں پڑ رہی تھی اور اس روشنی کے نیچے کوئی کھڑا تھا۔سیاہ پینٹ، سیاہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کوٹ،اوپر سیاہ ہیٹ اور کوٹ کے اندر سے جھلکتی سفید شرٹ اور اس پر سیاہ ربن۔دبلا پتلا لڑکا تھا ہاتھ میں چھڑی پکڑے جس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا زمین پر۔وہ سر جھکائے کھڑا تھا اور سر پر ہیٹ اس صورت میں رکھا تھا کہ اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ٹانگیں قینچی کی صورت کیے کھڑا تھا۔اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہیٹ تک لے گیا اور اسے اتارا اور پھر ناظرین کی جانب ہیٹ کیا(یوں جیسے کوئی پیالی ہو یا کوئی تھالی جس کی اندرونی سطح گہری اور کنارے بڑے ہوں)ذرا سا جھکا اور آہستگی سے اپنا چہرہ ناظرین کی طرف اٹھایا۔ابراہیم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔وہ حیران تھا۔وہ سرمئی آنکھوں والا دبلا پتلا مگر شرارتی لڑکا اس کے سامنے سٹیج پر تھا۔اس نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو۔۔ساتھ ہی گلا کھنکھارنے کی آواز آئی اور اس نے اپنی دائیں جانب بیٹھے شخص کو دیکھا۔وہ اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکائے بیٹھا تھا اور منہ پر ہیٹ لے رکھا تھا۔بالکل ویسا ہیٹ جیسا ابھی سٹیج پر کھڑے لڑکے نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ابراہیم نے اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے سیدھا ہوا اور ہیٹ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ابراہیم کو دیکھ کر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پاس کی۔۔وہ حیران تھا۔وہ ہو بہو قیس تھا۔ہاں وہ ساتھ بیٹھا قیس ہی تھا تو پھر سٹیج پر کون تھا۔۔اس نے گردن گھمائی اور سٹیج پر دیکھا۔سامنے کھڑے لڑکے نے اپنی دائیں آنکھ دبائی اور وہ مسکرایا اور ہیٹ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوبارہ سر پر لیا۔۔اب پیچھے ہلکا ہلکا میوزک تھا۔۔یوں جیسے کوئی پیانو بجا رہا ہو۔اس کے ساتھ بھی قیس تھا اور سامنے بھی۔۔ مگر فرق صرف اتنا تھا کہ ساتھ بیٹھے قیس کی آنکھیں سیاہ تھیں اور سامنے کھڑے قیس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔جادو کا کھیل شروع ہوا۔۔اس نے اپنی چھڑی گھمائی اور اپنی بغل میں لے لی۔۔پھر اپنی جیب میں رکھا سرخ رومال نکالا،ہاتھ کی گول مٹھی بنائی اور بڑی مہارت سے اس نے وہ رومال انگوٹھے اور انگلی کے درمیان ڈالنا شروع کیا۔۔پھر ایک لمحے کی تاخیر تھی اس نے ہاتھ کھولا تو ہاتھ خالی تھا۔۔ہال تالیوں سے گونجا۔۔پھر اسی لمحے اس نے رومال اپنے سر پر رکھے ہیٹ میں سے نکالا اور پھر اس رومال کو دوبارہ مٹھی میں رکھ کر مٹھی بند کی اور اس مٹھی پر پھونک ماری۔۔اس مٹھی کو کھولا تو کبوتر نکلا جو کہ اڑ گیا۔۔ہال پھر تالیوں سے گونجا۔۔وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی مخصوص انداز میں جھکا اور پھر سیدھا ہوا۔۔

وہ تھوڑا سا آگے بڑھا اور اس نے سٹیج سے نیچے چھلانگ لگائی۔۔ابراہیم کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔۔وہ اسے گھور رہا تھا۔۔اس نے ابراہیم کے ساتھ بیٹھے شخص کے آگے اپنا ہیٹ اتار کر کیا اس نے اس میں ایک سکہ ڈالا۔۔اس نے دوبارہ ابراہیم کو دیکھتے آنکھ دبائی اور اوپر بھاگ گیا ۔۔ناظرین کے سامنے اس نے ایک سکہ دکھایا اور پھر وہ مٹھی میں رکھ کر مٹھی بند کی۔۔پھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مٹھی اس نے ناظرین کے سامنے کی اور چند لمحوں بعد کھولی۔۔ایک ایک کر کے کئی سکے زمین پر گرے۔۔ان کے گرنے کی آواز ہال میں گونجی۔۔ہال پھر تالیوں سے گونجا۔۔

پھر ایک پانی کی چھوٹی بوتل اور رومال لایا گیا۔۔۔اس نے رومال کو بڑی مہارت سے کون کی طرح گول کیا اور اس میں پانی پھینکنا شروع کیا۔۔مگر پانی اندر ہی کہیں رہ گیا تھا۔۔زمین پر نہیں گرا۔۔اس نے رومال کو کھول کر دکھایا اندر کوئی پانی نہیں تھا اور پھر اس نے دوبارہ رومال کو گول کیا کون کی صورت میں اور پھر ایک لمحے بعد رومال کھولا تو اندر سے پانی ایک پتلی دھار کی طرح بہہ گیا۔۔تالیاں بجائی گئیں اور اس نے جھک کر داد وصول کی۔۔اسی طرح اس نے اور بھی بہت سے جادو کے کرتب دکھائے۔۔گویا آج کا شو قیس کے نام تھا اور وہ ایک اچھا جادوگر تھا۔۔ابراہیم نے گردن موڑ کر ساتھ والے کو دیکھا۔۔ہو بہو قیس تھا!

جادوگر کا شو ختم ہوا اور پھر کٹھ پتلی شو شروع ہوا۔۔بس یہی کوئی گھنٹہ لگا ہوگا اور پھر سب ختم۔۔سب اٹھ اٹھ کر جانے لگے۔وہ بھی باہر کی جانب بڑھا۔دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا،اب وہ باہر کھڑا تھا۔کسی نے اس کے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھا مگر جب اس نے بائیں طرف دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔۔وہ دائیں طرف تھا۔۔اس نے اپنے بازو سینے پر باندھ

Clubb of Quality Content

لیے اور دایاں ہاتھ ہونٹ تک لے گیا اور سامنے کھڑے قیس کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔ قیس اس کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں سینے پر ہاتھ رکھے جھکا۔۔وہ کپڑے بدل چکا تھا۔اب عام حلیے میں تھا۔پینٹ اور اوپر بٹنوں والی شرٹ۔بال البتہ بکھرے تھے۔

"ہو گیا تمھارا تماشا یا کچھ رہتا ہے؟" وہ اسی انداز میں اسی طرح دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیسا لگا شو؟" ابرو اٹھایا

"جادو گر۔۔مجھے کیوں نہیں پتہ چلا کہ تم جادو بھی کر سکتے ہو؟" ابراہیم نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"براہیم۔۔تم نے کہا تھا تم اچھے اداکار نہیں ہو۔۔کیا میں اچھا اداکار ہوں؟" اس نے دایاں ابرو اٹھایا

"ہوں۔۔میں سوچ رہا ہوں تم کس موسم کی پیداوار ہو؟" وہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔ہاتھ ابھی بھی سینے پر بندھے تھے اور انگوٹھا ابھی بھی نچلے ہونٹ پر تھا۔

"گرمیوں کی" اس نے اس کے کان کے قریب آکر سرگوشی کی۔

وہ مسکرا کر رہ گیا، کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے اور ہاتھ اب پہلو میں تھے۔

قیس دونوں بازو پھیلا کر پورا گھوما "آہ۔۔شکر ہے۔۔میں اچھا جادوگر بن سکتا ہوں"

وہ اس کی اس حرکت پر ہنس کر رہ گیا۔

"اپنے جڑواں بھائی سے تو ملواؤ" اس نے اس کی گردن کے گرد اپنا دایاں بازو زور سے حمائل کیا اور اسے اپنی بغل میں دبوچ لیا۔

"چھوڑو تو سہی۔۔ملواتا ہوں" اس نے اس کے بازو کو پیچھے ہٹایا "مگر اللہ کا واسطہ ہے۔۔کوئی شکایت نہ کرنا ورنہ وہ میرا بھائی کم۔۔باپ زیادہ ہے" پہلی بار قیس نے کوئی اصل والی رونی صورت بنائی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا اچھا" وہ سر ہلا کر مسکرا دیا۔

وہ اسے تھوڑا آگے لے کر گیا۔پاس ہی ایک باغ تھا۔۔وہاں بنچ پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ گلا کھنکھارنے کی آواز۔اس نے چہرہ اوپر اٹھایا اور ان دونوں کو دیکھا

"بڑے بھائی! میرا دوست آیا ہے آپ سے ملنے" قیس نے ابراہیم کی طرف اشارہ کیا

وہ کھڑا ہو گیا۔کتاب بنچ پر رکھی

"السلام علیکم۔۔ابراہیم "ابراہیم نے سلام کے لیے ہاتھ بڑھایا

"وعلیکم السلام۔۔۔کیف "ابراہیم سے ہاتھ ملایا

وہ قیس کا جڑواں بھائی تھا۔بالکل اسی کے جیسا بس قیس کی آنکھیں سرمئی تھیں اور اس کی سیاہ۔

وہ ذرا سنجیدہ سا سلجھا ہوا لگتا تھا۔

"جی۔۔یہ ہیں میری آن، شان اور میرا واحد خاندان۔۔کیف بھائی جان "وہ اپنے بھائی کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا اور اس کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھ کر بولا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیف نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"میں آپ کو داد دیتا ہوں اسے برداشت کرنے کے لیے "کیف مسکراہٹ دباتے بولا

"آپ کو بھی! "ابراہیم بھی مسکرایا تھا۔

"کیفی۔۔وہ ہمیں ضروری کام تھا۔۔ہم پھر ملیں گے۔۔اللہ حافظ "اور قیس نے ابراہیم کا بازو کھینچنے کی سی حالت میں پکڑا تھا۔

کیف نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔جواباً ابراہیم نے بھی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

دن بدن گرمیاں زور پکڑ رہی تھیں۔ صبح کے آٹھ بجے ہوتے اور لگتا یوں جیسے گیارہ بج چکے ہیں۔راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہونے لگے۔ایسے میں ایک دو منزلہ سفید گھر کے ایک کمرے میں ایک لڑکا سٹول پر کھڑا کمرے کا پنکھا صاف کر رہا تھا۔نیچے شلوار اوپر سفید بنیان ہاتھ میں گیلا کپڑا اور پاؤں میں ایک بڑا ڈونگا جس میں پانی تھا، پانی کا رنگ البتہ بھورا ہو چکا تھا۔اوپر گردن کیے بڑے دھیان سے اس نے پنکھے کا ایک پر صاف کیا اور پھر پنکھا گھما کر دوسرا پر اپنے نشانے پر رکھا۔پھر نیچے جھکا بھورے پانی میں اس کپڑے کو اچھے سے ڈبویا اور پھر کپڑے کو مٹھی میں لے کر زور سے دبایا سارا پانی نچڑ کر بھورے پانی میں مل گیا۔پھر دوبارہ کھڑا ہوا اور پنکھے کا پر صاف کرنے لگا۔پاس ہی تھوڑے فاصلے پر آسیہ بیگم اپنے بیڈ پر بیٹھیں دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر رہی تھیں۔ایک طرف کپڑے بکھرے پڑے تھے اور دوسری طرف تہہ شدہ کپڑے۔کمرے کی کھڑکی کھلی تھی مگر ہلکی ہلکی گرم ہوا اندر آ رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک تو تو جب بھی آتا ہے ان کاموں میں لگ جاتا ہے۔ بیٹھا کر باتیں کیا کر، آرام کیا کر۔۔ اتنے عرصے بعد تو آتا ہے اور ان کاموں میں لگ جاتا ہے" ساتھ ساتھ کپڑے تہہ کر رہی تھیں ساتھ ساتھ شیخو سے خفگی کا اظہار کر رہی تھیں۔

"یہ کیا بات ہوئی چچ۔۔ چھوٹی امی! یہ گھر بھی میرا ہے، مم۔۔ میں خیال نہیں رکھوں گا تو کک۔۔ کون رکھے گا؟ کک۔۔ کیسی غیروں والی بات کک۔۔ کر دی آپ نے" نظریں ابھی بھی پنکھے کے پر پہ ہی مرکوز تھیں اور ہاتھ اس پر کو صاف کرنے میں۔

"جانے دے۔۔ اپنے پرائے کی بات ماں کو نہ سمجھا۔۔ وہاں پتہ نہیں کیا کھاتا پیتا ہے تو۔۔ کوئی خیال رکھتا بھی ہے یا نہیں؟۔۔ ہزار بار کہا ہے واپس آجا مگر نہیں۔۔ ماں کی تو سنتا ہی نہیں ہے" اس نے گردن موڑ کر شکوہ کرتی خاتون کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہا۔ کسی سوچ میں گم کہیں کھویا ہوا۔ آج سے کئی سال پہلے سکول میں ایک بچے نے دوپہر کے وقت درخت کے ساتھ بیٹھے چھوٹے معصوم اور بھوری آنکھوں والے شیخو سے کہا تھا" جا یار! تو بچہ ہی رہے گا۔۔ سوتیلی ماں کبھی سگی نہیں ہوتی۔۔ تو دیکھیں وہ تجھے مارا کریں گی۔۔ کھانا بھی نہیں دیں

گی اور جن والے کمرے میں بند کر دیں گی۔۔ سوتیلی ماں، ماں نہیں ہوتی" شیخو بس ساتھ بیٹھے بچے کی باتیں سن رہا تھا۔ منہ کھولے، پسینے سے شرابور اور حیران و پریشان۔

"سنتا ہی نہیں تو میری بات۔۔" آسیہ کی آواز سماعت میں دوبارہ پڑی تو وہ موجودہ دور میں واپس آیا۔

"کیا سبھی مائیں ایسی ہوتی ہیں؟۔۔ سگی، سوتیلی؟۔۔ ماں تو ماں نہیں ہوتی۔۔ صرف ماں، یہ سگی اور سوتیلی کس نے لفظ ایجاد کیے تھے؟" وہ انھیں دیکھے بس سوچے جا رہا تھا۔

"شیخو!" ایک چہکتی آواز اور اس نے ذرا سی گردن موڑ کر اندر آتی حوا کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ہلکے گلابی رنگ کا جالی دار دوپٹہ تھا۔

"یہ پیکو کروالاؤ" اس نے گردن اونچی کر کے دوپٹے والا بازو بلند کیا۔

شیخو نیچے کھڑی حوا کو دیکھ رہا تھا

"شش۔۔۔ شام کو جاؤں گا" اور وہ مڑا پنکھے کا تیسرا پر اپنے سامنے کیا اور اسے صاف کرنے لگا۔

"کیوں۔۔ ابھی کیوں نہیں؟" اس نے ہاتھ کمر پر باندھ لیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ادھر آتو۔۔ تیرا دوپٹہ میں پیکو کروں۔۔ دیکھ نہیں رہی کیسی آگ برس رہی ہے باہر" اب آسیہ بیگم بولی تھیں

وہ منہ بسور کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے اوپر دیکھا تو شیخوا سے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے غصے سے دوپٹہ بیڈ پر پھینکا اور باہر جانے لگی۔

"رک جا، حج۔۔ حوا کر والاتا ہوں" اور وہ فوراً نیچے اترنے لگا۔

"رہنے دے شیخو!۔۔ اتنی گرمی ہے شام کو جائیو" انھوں نے اسے روکا مگر وہ نہیں رکا۔ جلدی سے اترا، جوتا پہنا، اس کا دوپٹہ پکڑا، صوفے پر پڑی اپنی قمیض پکڑی اور باہر جانے لگا۔

"آتا ہوں، چچ۔۔ چھوٹی امی" اور وہ حوا کے پیچھے چلا گیا۔

"کیا کروں اس لڑکی کا۔۔ ضدی ہوتی جا رہی ہے، نخرے دیکھو ذرا!" وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کپڑے تہہ کرنے لگیں۔

رات کو وہ گھر میں داخل ہوئے۔خاموشی اور سناٹا۔باہر لان میں روشنی تھی۔اندر لاؤنج میں داخل ہوئے تو سامنے کمرے کے نیم کھلے دروازے پر نظر پڑی۔پھر سامنے پڑے جوتے دیکھے۔

عبدل کچن میں تھا قدموں کی آہٹ سن کر باہر آیا۔انھوں نے اسے دیکھا"ابراہیم۔۔گیا نہیں؟"

"جی نہیں!ان کے سر میں کچھ درد تھا۔دوا لے کر سو گئے"اس نے وضاحت کی۔

وہ"اچھا"کہہ کر کمرے کی جانب بڑھے۔دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔پنکھا چل رہا تھا۔کھڑکیوں سے پردے ہٹے تھے جن سے لان کی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔وہ سینے کے بل بیڈ پر لیٹا تھا۔وہ اس کے قریب آئے دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔وہ بیڈ پر اس کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔پھر بے مقصد یونہی اس کو دیکھے گئے۔کسی گہری سوچ میں مبتلا۔ماضی کی کھڑکی کھلی اور روشنی نے پیچھے کو سفر شروع کیا۔۔منظر بدلا،لوگ بدلے،وقت بہت پیچھے چلا گیا

وہ چھوٹا تھا بہت چھوٹا۔ چار پانچ سال کا جب اس کا اس کے تایا کے بیٹے سے جھگڑا ہوا۔ اس نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ سیڑھیوں سے جا لگا۔ اس کے ماتھے پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگا۔ وہ بہت رویا تھا اس بات پر نہیں کہ اسے دھکا دیا گیا یا چوٹ آئی بلکہ اس بات پر کہ اسے "ضدی" کہا گیا۔ اسے اس کے "دادا کی طرح ضدی" کہا گیا تھا۔ سردیوں کے دن تھے جاڑے کی راتیں۔ شام ہوتے ہی سارے گاؤں کو دھند نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

عبدالرحمن گھر آئے تو ابراہیم ان کے سینے سے لگ کر بیٹھ گیا۔ جرسی پہنے، ماتھے پر پٹی، جرابیں بوٹ پہنے، سرخ ناک اور سوجھی ہوئی آنکھیں لیے وہ اپنے دادا کی گود میں اپنے دونوں بازوان کے گرد حمائل کیے ان کے سینے سے سر لگائے بیٹھا تھا۔ انھوں نے ایک بڑی سی شال اپنے اور اس کے گرد حمائل کی ہوئی تھی۔

"کیا آپ نے پہلے مارا تھا انھیں؟" وہ بڑی نرمی سے پوچھ رہے تھے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

"نہیں دادا۔۔ وہ بہت برے طریقے سے بات کر رہے تھے۔۔۔ انھوں نے میری گاڑی بھی توڑ دی" اسے اپنی چھوٹی سی کھلونا گاڑی ٹوٹنے کا بھی دکھ تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میری چھوٹی چڑیا۔۔ سردی میں پڑی پڑی مر گئی دادا۔۔ مگر انھوں نے مجھے اس کے پاس نہیں جانے دیا" اور وہ پھر سے رونے لگا۔

عبدالرحمن نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، اسے کسی ننھے بچے کی طرح سہلایا اور پھر سر پر بوسہ دیا۔

"آپ کی چڑیا تو اس وقت جنت میں ہو گی۔۔ آپ کیوں رو رہے ہیں؟"

ایک خاموشی۔ اس نے نم سانس اندر کھینچی۔

"دادا۔۔" نم آواز

"ہوں۔۔"

"کیا میں ضدی ہوں؟" وہ لمحے بھر کو رکے۔

"یہ کس نے کہا آپ سے؟"

"اسد بھائی نے"

وہ خاموش رہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ کہہ رہے تھے۔۔تم بھی ضدی ہو۔۔دادا کی طرح۔۔تم بھی دادا جیسے ہی بنو گے۔۔ ضدی"اس نے سر اٹھایا اور اپنے دادا کے چہرے کو دیکھا جو کہ بہت سنجیدہ تھا۔

"میں اور آپ۔۔ہم ضدی ہیں؟"وہ معصوم سا چھوٹا سا ابراہیم اپنے دادا سے اتنی بڑی بات پوچھ رہا۔

"نہیں۔۔میرا بیٹا تو سب سے اچھا ہے۔۔لوگ جو کہتے ہیں انھیں کہنے دو۔۔مجھے پتہ ہے میرا بیٹا ضدی نہیں ہے۔۔میرا بیٹا تو بہت رحم دل ہے"وہ دوبارہ بازوان کے گرد حمائل کیے سر ان کے سینے سے لگائے بیٹھ گیا۔اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی اور خاموش ہو گیا۔

ابراہیم نے کروٹ بدلی تو وہ اپنے حال میں واپس آ گئے۔ماضی کی کھڑکی بند ہوئی،روشنی نے آگے کو سفر کیا۔۔ایک نظر اس سوتے لڑکے پر ڈالی اور پھر کھڑے ہو کر کھڑکی کے سامنے پردے کر دیے۔روشنی کا راستہ روک دیا۔ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔دروازہ نیم کھلا رہنے دیا اور خود باہر چلے گئے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر وہ گھر واپس آیا۔ سب گھر والے تقریباً سونے جا چکے تھے۔ عبداللہ خان بھی گھر واپس آ چکے تھے اور اب اپنے کمرے میں تھے۔ وہ خاموشی سے سیڑھیوں پر چڑھتا اوپر کی جانب بڑھا۔ پہلی منزل پر پہنچا اور پھر بڑی چھت پر جانے کے لیے پہلے زینے پر قدم رکھا۔ بائیں جانب گردن موڑی۔ حوا کے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ بھنویں بھینچ گئیں، وہ اتنی دیر تک نہیں جاگتی تھی۔ دروازے کھلے تھے البتہ اندر چلتے پنکھے سے دروازے پر لگے پردے لہرا رہے تھے۔ اس نے زینے پر رکھا قدم واپس اتارا اور اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ وہ بیڈ پر چوکڑی مارے بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ ساتھ جمی لیٹا تھا۔ بڑے آرام سے حوا کے گھٹنے سے کمر لگائے۔ شیخو کے آنے پر اس نے گردن بلند کی پھر "میاؤں" کر کے واپس لیٹ گیا۔ اس نے ایک نظر اپنی طرف آتے شیخو کو دیکھا اور پھر دوبارہ کاپی پر جھک گئی جس پر غالباً وہ ریاضی کا کوئی سوال حل کر رہی تھی۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

"سوئی نن۔۔ نہیں ابھی تک؟" اندر آتے ہی پہلا سوال۔

"نہیں" وہ کتاب کے صفحے پلٹتے سوال کا جواب اپنی کاپی پر لکھے جواب سے ملا رہی تھی۔

"صبح پیپ۔۔ پڑھ لینا" شیخو اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے ایک جمائی لی "پرسوں پیپر ہے شینخو!۔۔کل ایک بار سارا پھر سے دیکھوں گی" اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں آنکھ ملنے لگی۔

"آنکھیں دیکھ کک۔۔کیسی نیند سے لال ہوئی پپ۔۔پڑی ہیں" وہ آگے کو ہوا اور اس کی گود میں پڑی کاپی پکڑ لی۔سامنے پڑی کتاب پکڑی اور بائیں جانب پڑی چھوٹی میز پر رکھ دیں۔

"صبح پیپر پڑھ لینا، سو جاا۔۔اب" وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے پھر ایک جمائی لی۔

"اچھا!"

"چچ۔۔چل سو جا" اور شینخو دروازے کی طرف بڑھا۔

"شینخو!" بیڈ سے اٹھی اور شینخو کی طرف بھاگی۔

"ہوں" وہ مڑا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ پریشان تھی۔چہرے سے فکر واضح تھی۔

"ارے!" وہ اس کی طرف بڑھا۔"کک۔۔کون سا جن دد۔۔دیکھ لیا ہے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ دھیما سا مسکرایا تھا

"نہیں!" وہ ذرا سا آگے بڑھی "میں نے خواب دیکھا تھا۔۔اب مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔خواب بہت ڈراؤنا تھا شیخو!" وہ پریشان سی تھی، رو دینے کو۔

"کچھ نہیں ہوتا۔آیت الکرسی پپ۔۔پڑھ لے"

"نہیں نا!" وہ آگے بڑھی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا "مجھے ڈر لگتا ہے شیخو۔۔میں نے بہت سا خون دیکھا تھا۔۔اپنے ہاتھوں پر "ایک تھوک نگلا" تمھیں پتہ ہے میری کلاس میں سلمیٰ پڑھتی ہے نا، اس کے چچا کی بیٹی پر سایہ تھا، اسے خواب میں خون نظر آتا تھا" وہ پھر سے رونی صورت بنائے کھڑی تھی

Clubb of Quality Content

"اللہ! جگنو!۔۔۔" وہ آگے کچھ بولتا مگر اس نے بات کاٹ دی "شیخو! تم صوفے پر سو جاؤ۔۔دروازہ کھلا رہنے دیں گے۔۔ہوا آتی رہی گی" جیسے اپنے مسئلے کا حل بتایا۔

"اس نے گردن موڑ کر پیچھے پڑے صوفے کو دیکھا اور پھر ایک نظر اپنی بہن کے معصوم چہرے کو، وہ واقعی اس وقت پریشان لگ رہی تھی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے، تو سس۔۔سو جا جا کر۔میں یہیں صص۔۔صوفے پر ہوں"

وہ مسکرادی۔بیڈ کی طرف بڑھی،اس نے تکیہ پکڑااور صوفے پر رکھ دیا۔پھر وہ جب لیٹ گئی تو شیخو نے کمرے کی بتی بجھادی۔خود صوفے پر لیٹ گیا۔سیدھا،ماتھے پر بازو رکھے،خلا میں گھورتا ہوا۔

فجر کی نماز پڑھ کر وہ جانے کی تیاری پکڑ رہا تھا۔نہادھو کر کپڑے تبدیل کیے آئینے میں کھڑا سیٹی بجاتا بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔پینٹ شرٹ پہنے،کف موڑے وہ کل رات سے بہتر حالت میں تھا۔دفعتاً کمرے کے دروازے پر کوئی آ کھڑا ہوا۔سنجیدہ چہرہ،تراشیدہ مونچھیں، رعب دار شخصیت۔۔اس نے آئینے میں ان کا عکس دیکھا اور پھر مڑا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ارے دادا! آئیں" وہ مسکرایا اور ان کی جانب بڑھا۔ان کے گلے لگ کر جدا ہوا۔ان کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ تھی۔وہی مسکراہٹ جو ہر بار اسے دیکھنے پر ان کے چہرے پر آجاتی تھی۔ابراہیم کے لیے ان کے دل میں نرم گوشہ نہیں تھا بلکہ ان کا پورا دل ہی اس کے لیے نرم تھا۔ہوتے ہیں نا کچھ لوگ جن سے ہمیں یونہی انسیت ہوتی ہے۔ویسی انسیت جیسی کسی سے نہیں ہوتی اور اس کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

"ناشتہ کرلو۔۔پھر چلے جانا"اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو پیار سے ہٹاتے ہوئے بولے۔

"ناشتہ نہیں۔۔صرف چائے"بھنویں بھینچے وہ اسے دیکھنے لگے"ناشتہ گھر جا کر کروں گا نا"

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔لاؤنج میں ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر مرکزی کرسی اس نے کھینچی اور وہ بیٹھ گئے۔ساتھ ہی دائیں کرسی پر وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔عبدل ناشتہ لگا رہا تھا۔

"رات کو تمھارے سر میں درد تھا۔۔اب ٹھیک ہو؟"

"ہوں"عبدل نے کپ میں چائے ڈالی"شکریہ"اس نے کپ اپنی طرف سرکایا۔"سر درد تو ہوتا رہتا ہے دادا۔۔کوئی اتنی بڑی بات نہیں"شانے اچکائے

انھوں نے چائے کا کپ منہ سے لگایا اور ایک چسکی لی"گھبرانا نہیں ہے تم نے۔۔تم کرلو گے"

"مجھ سے ہو جائے گا"وہ مطمئن تھا۔

"جب میں تھانا تمھارے جتنا"وہ دلچسپی سے سننے لگا"میرے ابو کہنے لگے۔۔دیکھ بیٹا یا تو آر یا تو پار"وہ ہنسے۔وہ بہت کم ہنستے تھے۔"یعنی اگر تم کامیاب نہ ہوئے۔۔تم نے ٹیسٹ پاس نہ

کیا تو بیٹا تم کسی دفتر میں کلرک لگو گے یا کوئی دکان کھول لینا۔۔کیونکہ میں تمھارا باپ نہیں لگوں گا"

"اوہ" چائے کی ایک اور چسکی لی "پھر۔۔آپ ہو گئے سلیکٹ؟"

"میں نے تو سوچ لیا تھا ان اکھڑ فوجیوں کے پاؤں پڑنا پڑے تو پڑوں گا۔۔مگر فوجی بن کے ہی جاؤں گا" وہ بڑے مزے سے اپنی کہانی سنا رہے تھے اور سننے والا ان سے زیادہ مزے سے سن رہا تھا۔

وہ ہنس دیا "آپ کے لیے کیا مشکل ہے دادا"

"میرے لیے کچھ آسان بھی نہیں تھا، بیٹے" انھوں نے ٹیبل پر رکھے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا۔

چائے کا دور ختم ہونے کو تھا "تو مطلب اگر۔۔میں ناکام ہو کر لوٹا تو مجھے یا تو کھیتی باڑی کرنی ہو گی یا ساری عمر کلرک بن کے رہنا ہو گا" وہ شرارتی لہجے میں بول رہا تھا مسکراہٹ دبائے۔

"تمھارا دادا ابھی زندہ ہے۔۔میں تمھیں خود ایک بہادر اور خوددار کسان بناؤں گا" اور وہ دونوں ہنس دیے۔

ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔یہ چمک ابراہیم کو کبھی کبھی دیکھنے کو ملتی تھی اور ہمیشہ تب ہی ملتی تھی جب وہ ان کے پاس ہوتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔سورج اب نکل چکا تھا اور گرمی کا اثر محسوس ہونے لگا تھا۔اس نے سفری بیگ پہنا ہوا تھا۔عبدالرحمن اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیے اس سے کچھ کہہ رہے تھے اور وہ مسکرا رہا تھا۔پھر اس کا ماتھا چوما۔

"اللہ تمھیں کامیاب کرے"اب تو کافی بڑا ہو گیا تھا۔اپنے دادا کے کندھے سے کندھا ملاتا تھا۔اکبر بابا نے جیپ نکالی اور وہ اس میں بیٹھ گیا۔بیگ پیچھے پھینکا اور دایاں ہاتھ ماتھے تک لے گیا۔ساتھ کھڑے دادا کو مسکراتے ہوئے ایک سیلوٹ پیش کیا۔وہ بھی مسکرا دیے۔ جیپ چل پڑی۔منظر دور جانے لگا،دور بہت دور اور پھر دھندلا ہو کر غائب ہو گیا۔انھوں نے ایک ٹھنڈی آہ خارج کی۔اس کا جانا انھیں اداس کرتا تھا اور وہ اداس تھے۔۔

وہ سٹڈی روم میں بیٹھی تھی۔کتابوں کی بہت سی شیلفس،اس کی پشت پر بڑی سی کھڑکی تھی پوری دیوار جتنی جس پر جالی لگی تھی اور وہ اس وقت کھلی ہوئی تھی مگر اس کے آگے بڑے

سے پردے گرے تھے۔ جس طرف وہ بیٹھی تھی وہاں سے پردے اٹھے ہوئے تھے اور باہر سے سورج کی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ ٹیبل پر رکھے بازو پر سر جھکائے کسی سوچ میں مگن۔اس کے سامنے ایک جوکر پڑا تھا۔ جوکر کھلونا جس نے ہاتھ میں ایک چمٹا اور ایک پلیٹ پکڑ رکھی تھی۔ بازو پر سر رکھے بے دھیانی میں وہ اس چمٹے کو ہلکا سا چھوتی، وہ چمٹا پلیٹ سے جا بجتا اور اس میں سے ہلکی سی "ٹن" کی آواز آتی۔ مگر وہ خاموش سی ویران سی تھی

"وہ چلا گیا۔۔وہ کیوں چلا گیا؟" آنکھیں نم تھیں اور ہر طرف اداسی ہی اداسی تھی۔

"نہ وہ آنے کی خبر دیتا ہے نہ جانے کی۔۔ کیسی بے رخی ہے" ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور گال پر بہتا ہوا بازو پر پھسلتا چلا گیا۔ وہ کہیں بہت پیچھے چلی گئی تھی۔ کئی سال پیچھے جب وہ ایک دن ایک سنہری شام اسی کمرے میں بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی، چھوٹے بال جنھیں ایک پونی میں باندھا گیا تھا۔ گوری رنگت، گلابی گال۔ وہ بڑے سے ٹیبل پر اپنی کہنیاں جمائے محو ہو کر سامنے کھلی کتاب پڑھ رہی تھی۔ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا۔ مسٹر سٹیفورڈ کرپس اندر تشریف لائے مگر وہ مسکراتے ہوئے کسی سے بات کر رہے تھے۔ پیچھے آتا ایک نیا مہمان۔ سترہ سالہ دبلا پتلا، بال ہلکے سے بکھرے ہوئے، باتیں کرتا

ابراہیم۔وہ دونوں سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔لڑکی کی نظروں نے مسٹر سٹیفورڈ کرپس سے ابراہیم تک کا سفر کیا۔پھر ابرو اٹھا کر مسٹر سٹیفورڈ کرپس کو دیکھا یوں جیسے پوچھ رہی ہو "یہ کون؟"

وہ مسکرا دیے اور پیچھے کھڑے ابراہیم کی طرف دیکھا۔پھر سامنے بیٹھی لڑکی کو "یہ۔۔میرا سٹوڈنٹ ہے۔۔ابراہیم "اور پھر ابراہیم کو دیکھا "اور یہ میری بیٹی۔۔لیزا" وہ ہلکا سا مسکرا دی۔وہ مسکرا بھی نہ سکا۔شاید یوں کسی لڑکی سے اس کا پہلا تعارف تھا۔اسے پتہ تھا ان کی ایک بیٹی بھی ہے مگر دیکھا آج پہلی بار تھا۔

"میں جب فارغ ہوتا ہوں اور خاص کر کے اداس۔۔تو یہاں آتا ہوں۔۔یہ میرا اور لیزا کا پسندیدہ کمرہ ہے" کہتے ہوئے لیزا کی جانب بڑھے اور اس کے دائیں گال کو ذرا سا چھوا اور پھر ایک نظر کتاب کو دیکھا۔

"اسے کہانیاں پڑھنا اور سننا پسند ہے۔۔اور مجھے کہانیاں سنانا" وہ مسکرائے اور سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا،وہ بھی مسکرا دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر تم چاہو تو کبھی بھی یہاں آ کر پڑھ سکتے ہو۔۔کوئی بھی کتاب" سامنے کھڑے ابراہیم سے مخاطب تھے جو کہ اس وقت ذرا پریشان تھا۔

"وہ۔۔میں۔۔" وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر پروفیسر نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی "رکو۔۔تمھیں کچھ دکھاتا ہوں" اور خود ایک الماری کی جانب بڑھے۔اب کہ ان کی پیٹھ ابراہیم کی بائیں جانب تھی۔لیزا ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔وہ اس وقت بہت غیر آرام دہ محسوس کر رہا تھا۔اس نے ادھر اُدھر گردن گھمائی۔پروفیسر کوئی کتاب نکال کر لائے تھے۔

"یہ رہی۔۔یہ میری پسندیدہ کتاب ہے۔۔اور لیزا کی بھی" وہ اسے کتاب دے رہے تھے "تم پڑھنا تمھاری بھی پھر پسندیدہ ہو گی"

Clubb of Quality Content

وہ فوراً بولا "لیکن۔۔میں اب یہاں سے جانا چاہ رہا ہوں۔۔دادا آ گئے ہوں گے۔۔میرا انتظار کر رہے ہوں گے" آگے بڑھا اور کتاب میز پر رکھی "میں۔۔کل پڑھوں گا"

پروفیسر چپ رہے۔ایک خاموشی تھی۔انھوں نے پہلے میز پر پڑی کتاب کو دیکھا پھر ابراہیم کو دیکھا۔لیزا ان دونوں کو دیکھ رہی تھی

وہ پریشان ہو گیا "شاید آپ کو برا لگا" اس نے کتاب دوبارہ پکڑ لی "میں اسے گھر لے جاتا ہوں"

وہ مسکرائے "تمھارے دادا سے ڈرتا ہوں تھوڑا سا" اس کا دایاں گال کھینچا۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔

"تم جب مرضی آ سکتے ہو"

"شکریہ" اس نے سر کو ذرا سا خم دیا

"تو۔۔ پھر۔۔" کتاب کو ذرا سا اوپر کیا اور ابرو سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

پروفیسر سمجھ گئے تھے "ہاں ہاں۔۔ یہ وہیں رہے گی جہاں تم رکھ کر جاؤ گے۔۔ ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو پھر بھی کوئی مسئلہ نہیں"

"ٹھیک ہے۔۔ پھر میں جاؤں؟"

انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ ہی باہر آ گئے۔ گیٹ تک آئے۔ اس نے سائیکل پکڑی اور دروازے سے باہر لے گیا۔

"خدا حافظ!" ہاتھ ہوا میں لہرایا اور چل دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگلے دن باہر لان سے کسی کے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ کل والی کتاب مکمل کرنے اسی کمرے میں اسی جگہ بیٹھی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی تک آئی۔ جالی پر ہاتھ رکھ کر باہر دیکھنے لگی۔ شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ ہلکے بکھرے بالوں والا لڑکا پروفیسر صاحب کے سامنے چھوٹی میز کے گرد کرسی پر بیٹھا چیس (شطرنج) کھیل رہا تھا اور ساتھ چائے پی رہا تھا۔ وہ بھی باہر کی طرف چلی آئی۔ کتاب کھلی رہی، اس کمرے کا منہ تکتی رہی۔ وہ باہر لان میں پہنچی جہاں گھاس پر وہ دونوں کھیل کھیل رہے تھے۔

"ہیلو!" ایک معصوم سی آواز۔ وہ پروفیسر صاحب کے پیچھے کھڑی تھی۔ ہلکے پیلے اور سفید رنگ کا فراک پہنے، بالوں میں اسی رنگ کا ربن لگائے وہ ہلکا سا مسکرا کر مخاطب ہوئی۔

"تم کہاں تھی؟" پروفیسر صاحب کا سوال۔

"ڈیڈی۔۔ سٹوری پڑھ رہی تھی" پھر لان میں پودوں کے پاس پڑی کرسی اٹھا لائی۔ اس کا لہجہ انگریزوں والا تھا جیسے اردو اس نے بعد میں کبھی سیکھی ہو۔

"کیا میں بیٹھ سکتی ہوں؟" کرسی پکڑے کھڑی لیزا اپنے باپ سے مخاطب ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں" کھیل بیچ میں ہی رک گیا تھا۔ابراہیم چیس کو ہی گھورے جا رہا تھا۔ مجال ہے جو اس نے ایک نظر اٹھا کر بھی لیزا کو دیکھا ہو۔البتہ لیزا نے اس کی یہ بات نوٹ کی تھی۔

"کون جیت رہا ہے؟"اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھے دائیں ہاتھ کی کہنی اپنی ٹانگ پر رکھی، ہتھیلی پر تھوڑی جمائے چیس بورڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھتے ہیں"اور انھوں نے ایک مہرا ابراہیم کی جانب بڑھایا۔وہ دونوں کھیل رہے تھے اور وہ مسلسل دیکھ رہی تھی۔

کھیل ختم ہونے والا تھا۔اس نے اپنے باپ کو دیکھا لیکن وہ نظریں چرا گئے۔ابراہیم جیت گیا۔وہ کافی خوش تھا۔

Clubb of Quality Content

"آج میں جیتا ہوں"وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بولا تھا۔

دونوں ہاتھ اٹھا کر انھوں نے اس کی جیت قبول کی"ٹھیک ہے بھئی۔۔کل کالج میں میں تمھیں جوس پلاؤں گا"وہ مطمئن تھے۔ابراہیم مسکرایا۔

"او-کے"وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔لیزا کچھ بھی نہ بولی۔دفعتاً باہر کا گیٹ کھلا اور ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ نین نقش لیزا جیسے تھے،خالص انگریزی۔ گردن سے ذرا نیچے تک آتے

بال، گوری رنگت، ہلکی سرمئی آنکھیں، فراک پہنے، بازو میں پرس ڈالے، نیچے ذرا سی بلاک ہیل پہنے، بلاشبہ وہ ایک حسین عورت تھیں۔وہ اندر داخل ہوئیں تو سب سے پہلے نظر لان میں ہی پڑی۔لیزا اور پروفیسر دیکھ چکے تھے۔ابراہیم نے گردن گھما کر پیچھے گیٹ کی جانب دیکھا۔پروفیسر کو دیکھتے اس خاتون نے اپنا ابرو اٹھایا۔

"ہم ذرا بزی ہیں۔۔ملتے ہیں بعد میں" پروفیسر اس خاتون کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"شیور!" اور لیزا کو انگلی سے اندر آنے کا اشارہ کرتیں وہ خود اندر چلی گئیں۔

وہ اٹھی اور فرمانبرداری سے اندر چلی گئی۔

"یہ۔۔" ابراہیم پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر پھر بھی پوچھ بیٹھا۔

"یہ لیزا کی ممی ہیں۔۔میری وائف" وہ مسکرا بھی نہ سکے۔

لب "اوہ" میں سکڑے۔اس نے ایک نظر اٹھا کر پروفیسر کے چہرے پر آئی سیاہی کو دیکھا۔یہ رنگ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہہ سکا۔سب کچھ نہیں کہا جا سکتا۔۔اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔ پہلے لیزا اور اب اس کی ممی۔۔اسے وہ دونوں بہت عجیب لگ رہی تھیں۔۔انھیں دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتا تھا نظریں جھکا لیتا تھا

اگلے دن وہ ان کے گھر نہیں گیا۔کیوں نہیں گیا۔۔شاید وہ جانا نہیں چاہتا تھا یا پھر دل نہیں کیا۔۔جو بھی تھا۔دوپہر سر پر تھی تقریباً ڈیڑھ دو بجے کا وقت تھا۔گورنمنٹ کالج لاہور میں معمول کی گہما گہمی تھی۔کچھ کلاس میں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔کچھ یونہی آوارہ گردی اور کچھ باتیں کرنے کھانے پینے میں مصروف۔ایسے میں وہ وہاں بینچ پر بیٹھی تھی۔پریشان سی، منتظر سی۔نہیں نہیں! وہ وہاں پڑھتی نہیں تھی۔آنکھیں نم تھیں۔آنسو گال پر گرتا تو وہ سختی سے ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑ دیتی۔درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھی بیگ گود میں رکھے وہ سامنے گردن اٹھا کر کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔وہ یونیفارم میں ملبوس تھی تو مطلب وہ سکول سے یہاں آئی تھی گھر نہیں گئی تھی۔

ایسے میں وہ یونیفارم میں ملبوس سامنے کھڑے لڑکے سے کسی بات پر بحث کر رہا تھا۔ہاتھ میں کاپی پکڑی تھی اور مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔گرمی سے اس کی شرٹ پیچھے سے گیلی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہو چکی تھی۔ بال پسینے کے باعث ماتھے سے چپکے پڑے تھے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر وہ سامنے کھڑے لڑکے کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ سامنے کھڑے لڑکے نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس نے کاپی بند کی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اب وہ قدرے مطمئن تھا۔ سامنے کھڑا لڑکا بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ لڑکا ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اس نے ٹائی کی ناٹ ذرا ڈھیلی کی اور ذرا سا مڑا۔ کاپی کو پنکھے کی طرح جھلا کر ہوا بھی لے رہا تھا۔ نظریں ادھر اُدھر گھومیں وہ واپس مڑا مگر ٹھٹک گیا۔ کاپی کو ہلاتے ہاتھ رکے اور وہ یقین دہانی کے لیے دوبارہ مڑا۔ آنکھیں چھوٹی کر کے بھنویں سکیڑ کر اس نے درخت کے نیچے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو کہ رو رہی تھی۔ لیزا نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے دیکھتے ہی اس نے اپنا رخ بدل لیا۔ لیزا بھی شرمندہ ہو گئی۔ کیوں ہوئی یہ اسے بھی نہیں پتہ۔۔ اس نے ٹانگیں بنچ کے اوپر سے گزار کر منہ درخت کی جانب موڑ لیا۔ اب کی کمر ابراہیم کی طرف تھی۔

"کیا وہ۔۔" وہ دوبارہ مڑا "وہ کیسے؟"

"کیا وہ رو رہی ہے؟۔۔ پروفیسر کے پاس جاؤں۔۔ یا پہلے اس کے پاس؟" وہ مختلف سوچوں میں پڑا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری اس سے کوئی اتنی بے تکلفی نہیں ہے کہ میں اس کے پاس جا کر اس سے یونہی پوچھ لوں۔۔۔کہ۔۔کہ تم رو کیوں رہی ہو۔۔او نہوں!"وہ اپنی کلاس میں جانے لگا تھا کہ پھر سوچا"کیا پتہ اسے کوئی مسئلہ ہو ورنہ وہ آتے ہی پروفیسر کے پاس جاتی۔۔"

"مجھے اس کے پاس جانا چاہیئے یا نہیں؟"مگر پھر اس نے ایک آخری بار دل سے پوچھا اور چلا گیا اس درخت کے پاس جس کے نیچے وہ بیٹھی تھی۔

اس نے گلا کھنکھارا۔وہ چوکنا ہو گئی۔گال پر بہتا آنسو صاف کیا۔

"آپ۔۔۔ٹھیک ہیں؟"اس کی پشت ابراہیم کی جانب تھی۔وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

وہ کھڑی ہوئی اور اپنا چہرہ اس کی جانب موڑا"ڈیڈی کہاں ہیں؟"نم آواز

"وہ اس وقت کسی کلاس میں ہوں گے۔۔پڑھا رہے ہوں گے"

اس کی آنکھیں سرخ تھیں روئی روئی سی۔ناک لال ہو چکی تھی۔

"انھیں بلا لاؤ"اس کی آواز رندھ گئی۔

"انھیں کہنا لیزا آئی ہے" اور لب بھینچے وہ بہت سے آنسو ضبط کیے کھڑی تھی۔آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

وہ بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا "اوکے۔۔آپ یہیں بیٹھیں"

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور وہیں بینچ پر بیٹھ گئی۔

وہ دوسرے کاریڈور میں تھا جب پروفیسر کلاس لے کر نکل رہے تھے۔وہ ابراہیم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رک گئے۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔چلو کلاس میں۔۔میں آرہا ہوں" نہ سنجیدہ نہ بہت نرم لہجہ۔

"آ۔۔وہ۔۔آپ کی بیٹی۔۔نیچے آئی ہے۔۔آپ کو بلا رہی ہے" اس سے زیادہ بہتر وضاحت نہیں دے سکتا تھا

وہ حیران ہوئے۔بھنویں بھینچ گئیں اور کچھ پریشان بھی "لیزا۔۔وہ یہاں؟"

پھر وہ ابراہیم کے ساتھ نیچے آئے۔سیڑھیاں اترتے ہی ابراہیم نے سامنے درخت کی جانب اشارہ کیا۔خود وہ وہیں رک گیا اور پروفیسر آگے بڑھے۔اس کے قریب پہنچے اور وہ اپنے بازو ان کے گرد حمائل کیے لپٹ کر رونے لگی۔وہ اسے کچھ کہہ رہے تھے۔کچھ پوچھ رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اور وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔چند لمحوں بعد وہ ان سے الگ ہوئی تو انھوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔پھر بینچ پر بٹھا کر نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے کچھ کہنے لگے۔اس نے نم آنکھوں گیلی پلکوں سے سامنے دیکھا۔وہ لڑکا یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔پھر وہ چلا گیا۔

کلاس میں وہ خاموش رہا۔پروفیسر تھوڑے پریشان تھے۔چہرے سے انکی پریشانی جھلک رہی تھی مگر وہ نظریں جھکائے سامنے پڑی کتاب کو دیکھتا رہا۔"کیا اتنا مسکرانے والے لوگ بھی رو سکتے ہیں؟۔۔۔کیا صاف دل والوں کے دل بھی دنیا والے دکھا جاتے ہیں؟"

دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ملازمہ اندر آئی۔سفید بلاؤز اور نیچے سیاہ سکرٹ پہنے۔بالوں کو جوڑے میں بند کیے۔لیزا کی کرسی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"آپ کی گرینی آپ کو بلا رہی ہیں"احترام سے دونوں ہاتھ سامنے باندھے اس نے اپنی بات کہہ دی۔

لیزا حال میں واپس آئی،ماضی کی کھلی کھڑکی بند ہو گئی اور ٹیبل پر رکھا سر اٹھا لیا۔انگلی کی پور سے آنکھ کا کونا صاف کیا۔

"چلو۔۔میں آرہی ہوں" ملازمہ چلی

گئی،وہ بھی کھڑی ہوئی،ایک ٹھنڈی آہ خارج کی اور چلی گئی۔کمرے کی دیواریں خاموش ہو گئیں ہمیشہ کی طرح۔انھیں سننا ہی تو آتا تھا وہ بول کہاں سکتی تھیں!

دن کی روشنی اور تپش دونوں اپنی انتہا پر جا رہی تھیں۔ایک مٹی کا بنا کچا مکان تھا جس کی دیواریں کچی تھیں۔پاس ہی ایک بڑا سا درخت سایہ کیے کھڑا تھا۔نیچے بہت سی چھوٹی چھوٹی بکریاں اور ایک پچاس ساٹھ برس کی فربہہ خاتون بیٹھی تھیں۔شیخوان کی بکریوں کو چارہ ڈال رہا تھا۔وہ صبح سیر کے لیے نکلا تھا اور ابھی تک گھر نہیں گیا تھا،ہاتھ میں پٹھے پکڑے انھیں کھلا رہا تھا ساتھ بیٹھی بوڑھی اماں سے کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

"تت۔۔تمھارا بیٹا واپس نن۔۔نہیں آیا اماں؟"

وہ بیچاری نیچے اینٹ رکھے خود اس پر بیٹھی تھیں۔مایوسی سے کہنے لگیں "شہر چلا گیا ہے۔۔مرضی سے پیسے بھیجتا ہے۔۔اب تو کئی سال ہو گئے اس کی شکل دیکھے" انھوں نے منہ بسور لیا

Clubb of Quality Content

شیخو نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا تو وہ دوپٹے سے پسینہ صاف کر رہی تھیں۔

"اے شیخو! شہر میں جانے والے واپس کیوں نہیں آتے؟"

وہ ہنس دیا "اماں! مم۔۔میں بھی تو تیرا ببب۔۔ٹاہی ہوں" زمین پر بیٹھے اماں کو دیکھ رہا تھا

پیچھے سے کسی نے اس کی گردن کو زور سے دبوچا "تو پورے گاؤں کا بیٹا ہے" کسی لڑکے کی آواز تھی۔وہ اپنے دونوں ہاتھ گردن تک لے گیا اور گردن کو دبوچنے والا ہاتھ چھڑانے لگا۔ ہاتھ چھوٹ گیا اور وہ کھڑا ہوا، پیچھے مڑ کر دیکھا۔کس کی اتنی مجال کے اسے گردن سے آکر دبوچ لے؟

غصے سے کچھ بولتا مگر پیچھے دیکھ کر ہنس پڑا "ارے!" اور فوراً بازو پھیلا کر اس کے گلے لگا۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"بڑا ہو گیا ہے پہلے سے" وہ مسکراتے ہوئے پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ذرا سا شرمایا۔رنگت ہلکی سی لال ہوئی، گردن جھکا لی "چھے مم۔۔ماہ میں کون بڑا ہوا ہے، ابب۔۔براہیم!"

ناولز کلب

اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا "اتنی گرمی ہے۔۔گھر نہیں رہا جاتا" پھر جھک کر ایک بکری کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ سر اٹھا کر ہاتھ ماتھے تک لے گیا، اماں کو سلام کیا۔

"نہیں بب۔۔بس وہ۔۔"

"چل آ۔۔گھر چلیں" اس نے شیخو کی بات کاٹ دی، بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کیا سامنے بیٹھیں اماں بس دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

"شیخو۔۔تیرا بھائی ہے یہ؟" پوچھے بغیر رہ نہ سکیں۔

"ہاں امم۔۔ماں بھائی ہے" مسکرا کر گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے۔

وہ بھی اس گھنگریالے بالوں والے کو دیکھ رہا تھا۔ قلمیں کانوں کو چھو رہی تھیں یوں جیسے مہینہ ہو گیا ہو بال کٹوائے۔ ماتھے پر پسینے سے چپکے بال اور آنکھیں ہلکی بھوری جو اس وقت چمک رہی تھیں۔ اس نے سر کے پیچھے کھجایا اور پھر سر جھکا لیا۔

پھر اماں کو سلام کہا اور دونوں چل دیے۔ سیدھے راستے، بالکل سیدھ میں ارد گرد سنہرے کھیت اور گرمی اپنے عروج پر تھی!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی لسی پیئں گے؟" سمیرا کے ساتھ بیٹھی سکینہ لسی بنا رہی تھی اور ساتھ بلند آواز سے تھوڑے قدم پر چارپائی پر بیٹھے ابراہیم سے لسی کا پوچھ رہی تھی۔

"ہاں!" سامنے بیٹھے شیخو سے اشارے میں پوچھا اس نے بھی گردن ہلا کر ہاں کہا۔

پھر پوچھا "بھائی، میٹھی یا نمکین؟" اس نے گردن موڑی اور ان دونوں کو دیکھا جو اب جوتے اتارے چوکڑی مارے چارپائی پر ناشتے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

"نمکین بنا دو"

اس نے دہی میں تھوڑا سا نمک ڈالا۔ پانی ڈالا اور یہ سمیرا نے اسکے ہاتھ سے مٹی کا گھڑا لے لیا جس میں وہ لسی بنا رہی تھی۔ "تو جا۔ اچار نکال جا کر میں بناتی ہوں لسی" وہ بس منہ دیکھتی رہ گئی۔ چپ کر کے اٹھی، کمرے میں گئی اور مرتبان کا ڈھکن اٹھایا اور اندر سے اچار نکالنے لگی۔ پھر گردن گھما کر باہر بیٹھے ابراہیم اور سمیرا کو دیکھا کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ چمچ مرتبان میں ڈالا اور پتلی پتلی چھوٹی گاجروں کے اچار سے بھرا چمچ باہر نکالا۔ دو تین گاجریں پکڑیں اور جلدی سے منہ میں ڈال لیں۔ آنکھیں بند کر کے کھٹے میٹھے اچار کا مزہ لیا۔ پھر ایک اور لمبی سی گاجر پکڑی اور منہ میں رکھی

"سکینہ۔۔اچار لینے گئی ہے یا بنانے؟"

باہر سے سمیرا کی آواز آئی،اس نے جلدی سے پلیٹ میں اچار نکالا اور مرتبان پر ڈھکن رکھا اور پلیٹ چمچ لیے باہر آگئی۔

سمیرا اسے ہی گھور رہی تھیں۔اس نے پلیٹ لا کر چارپائی پر رکھی جہاں ساتھ میں لسی کے دو گلاس اور دیسی گھی کے پراٹھے پڑے تھے۔

"اگر تیرا گلا خراب ہوا نا تو پھر دیکھنا تیرا حشر کیا کرتی میں" دانت پر دانت جمائے وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں اور وہ معصومانہ شکل بنائے ان کے ساتھ بیٹھی اپنے لیے گلاس میں لسی نکال رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک تو یہ امی کو پتہ نہیں ہر چیز کی خبر پہلے کیسے ہو جاتی ہے" دل ہی دل میں سوچا۔

"اماں۔۔" ایک نوالہ منہ میں ڈالا "دیسی گھی کے پراٹھے نہ بنایا کریں اب۔۔ گرمیاں آگئی ہیں" پھر گردن موڑ کر سمیرا کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہی تھیں "نہیں۔۔میرا مطلب تھا۔۔ کہ۔۔آ۔۔میں موٹا نہ ہو جاؤں کہیں" بمشکل مسکرایا۔

برتن سمیٹتی سمیرا کو بات ناگوار گزری "پہلے ہی سوکھی کتاب ہے۔۔اوپر سے سوکھی روٹی کھلا دوں۔۔ذرا سا تو گھی لگاتی ہوں اس پر بھی دونوں کے منہ بنے ہوتے ہیں" پھر سے سکینہ کو ایک گھوری سے نوازا۔

"ہا۔۔اماں میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔بھائی نے کہا ہے" وہ خفا ہو گئی، برا سا منہ بنایا۔

"پتہ ہے تیرا بھی سارا مجھے" وہ بس منہ میں بڑبڑاتی رہ گئیں۔البتہ شیخو خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔یہاں بھی وہی سب ہوتا ہے جو اس کے اپنے گھر میں ہوتا ہے۔۔خیر اسے کیا۔۔وہ تو عادی ہے نا!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دوسری طرف ایک دوسرے کونے میں بھی دوپہر شام میں ڈھل رہی تھی مگر وہاں ویرانی تھی۔اس بنگلے میں عجیب سی وحشت تھی۔اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوئی۔ سامنے صوفے پر ایک اڈھیر عمر گوری رنگت اور چھوٹے بھورے بالوں والی خاتون بیٹھیں تھیں۔اسے آتا دیکھ کر مسکرا دیں۔پاس ہی ایک پلنگ پر ایک خاتون لیٹی تھی۔ گردن تک چادر لیے وہ بس چھت کو گھور رہی تھی۔

"گرینی۔۔انھوں نے کھانا نہیں کھایا؟" وہ پاس بیٹھتے بہت پیار سے پوچھ رہی تھی۔

"اونہوں" نفی میں گردن ہلائی۔

وہ مایوس نظر آرہی تھیں اور پریشان بھی۔بوڑھے چہرے پر جھریاں نمایاں تھیں۔

لیزا نے ایک سانس لی اور اپنے سامنے لیٹی اس خاتون کو دیکھا۔زرد رنگت والی خاتون!

"تم بھی تو اس کے پاس آکر نہیں بیٹھتیں" انھوں نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

اس نے اپنا ہاتھ ان کے بوڑھے ہاتھوں میں سے نکال لیا" مجھ سے وہ کام نہ کہا کریں جو میں نہیں کر سکتی" اس نے رخ موڑ لیا۔دوسری طرف جہاں ایک بڑی سی دو دروازوں والی الماری تھی۔

"لیزا۔۔" وہ ذرا سا آگے ہوئیں اور ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"بیٹے وہ۔۔" اور ان کی بات بیچ میں ہی رہ گئی۔

اس کی آنکھوں میں سرخی ابھری اور وہ تیزی سے کھڑی ہو گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"گرینی۔۔میں نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔۔اب میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں انھیں دے سکوں۔۔آپ مجھ سے وہ مانگ رہی ہیں جو میرے پاس نہیں ہے"

آنکھیں نم ہو گئیں آواز رندھ گئی۔ سختی سے ہاتھ کی ہتھیلی سے آنکھیں پونچھیں اور باہر نکل گئی۔وہ پیچھے بس اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"محبت نے ہمیشہ قربانی ہی تو مانگی ہے!"

کھلے صحن میں ایک طرف ٹوٹی سے پائپ لگائے وہ اپنی سائیکل دھو رہا تھا۔زمین پر بیٹھا، پاس ڈونگے میں پانی تھا جس میں وہ کپڑا بھگو بھگو کر اپنی سائیکل پر ملتا اسے صاف کر رہا تھا۔شلوار کے پائنچے گیلے ہو چکے تھے۔ قمیض کی آستینیں بھی موڑی ہوئی تھیں۔بال ہمیشہ کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔وہ اب اپنی سائیکل کے پہیے کو گول گول ہاتھ سے گھماتا صاف کر رہا تھا۔دفعتاً اس کی کمر پر کسی نے گیند ماری۔کاغذ کی بنی گیند!

بیٹھے بیٹھے گردن پیچھے موڑی اور پھر ذرا سی اٹھائی۔ساتھ والے گھر کی سیڑھیوں پر کوئی کھڑا تھا۔ان کے گھر کی دیوار کے ساتھ ابراہیم کے گھر کی سیڑھیاں تھیں۔دیوار پر ہاتھ رکھے

آگے کو ہلکا سا جھکتے ہوئے اس نے ہاتھ سے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور پھر آنکھوں سے اوپر جانے کا اشارہ کیا۔ شیخو نے ہاں میں گردن ہلائی اور پھر سائیکل کو دیکھ کر شہادت کی انگلی اٹھائی مطلب تھا "بس ایک منٹ میں آیا"

وہ سمجھ گیا۔ اس نے گردن ہلائی اور خود اوپر چلا گیا۔

قبل اس کے کہ وہ سب سے اوپر والی سیڑھی پر پاؤں رکھتا وہ ٹھٹھکا اور رک گیا۔ وہ دونوں چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ مسکراتے ہوئے باتیں کرتے ایک دوسرے کو سمجھاتے ہوئے وہ دونوں دہرائی کر رہی تھیں۔ کل ان کا پہلا پرچہ تھا اور یہ پرچے سے پہلے کی تیاری۔

"اللہ!" دل نے خوب ملامت کی۔ حوا کی پشت اس کی جانب تھی جبکہ سکینہ اسے دیکھ چکی تھی۔ دیکھتے ہی مسکرا دی۔ وہ مسکرا بھی نہ سکا اور واپس مڑ گیا۔ نیچے جانے ہی والا تھا کہ سکینہ کی آواز سماعت سے ٹکرائی "بھائی! ذرا بات سنیں" اس کی پشت سکینہ کی طرف تھی

"اف!" اس نے آنکھیں زور سے بند کیں۔ مٹھیاں بھینچ گئیں اور وہ مڑا۔ جبرا مسکرایا۔

"بھائی۔۔ یہ بتا دیں کہ کیسے لکھنا ہے؟" مسکراہٹ دبائے اپنے بھائی کے چہرے پر آتے جاتے رنگ بخوبی دیکھ رہی تھی۔

"میں نے۔۔ سمجھایا تو تھا۔۔اس دن تمھیں" وہ ابھی تک پہلی سیڑھی پر ہی کھڑا تھا۔

"ارے بھائی۔۔ حوا کا رول نمبر میرے رول نمبر سے مختلف ہے نا تو وہ بتا دیں۔۔کیسے لکھیں گے؟" معصومیت کی ساری حدیں پار ہو چکی تھیں۔

حوا البتہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔آنکھیں کتاب پر مرکوز تھیں جو اس نے اپنی گود میں رکھی تھی اور مسلسل انگوٹھے کے ناخن سے صفحے کے نچلے کونے کو کریدر ہی تھی۔

وہ چارپائی کی طرف بڑھا۔سکینہ سے مخاطب ہوا" لاؤ پنسل کاپی دو" وہ ذرا سا ساتھ ہوئی۔

"بیٹھ جائیں" اس نے سکینہ کو گھورا" تم ایک بار نیچے چلو بس۔۔ تمھارا میں علاج کرتا ہوں ۔۔لو مڑی کہیں کی" دل ہی دل میں کافی صلواتیں سنائیں مگر دل کی آواز کوئی کان سے سنے تب نا!

بہر حال اس نے کاپی پکڑی۔

"رول نمبر کیا ہے؟"

وہ ابھی بھی سکینہ کو دیکھ رہا تھا۔حوا کو مکمل نظر انداز کیے

"حوا۔۔رول نمبر بتاؤ"

اس نے درمیان سے کتاب کھولی اور ایک کاغذ سکینہ کی طرف بڑھایا۔سکینہ نے پکڑ کر ابراہیم کو دیا۔

اس نے غور سے دیکھا "ہوں!" اور اسے انگریزی اور اردو دونوں میں لکھ کر دے دیا۔

کاپی پنسل اس کی جانب بڑھائی۔"شکریہ بھائی!" اور ایک بتیسی کے ساتھ مسکراہٹ سے نوازا۔وہ مسکرا بھی نہ سکا۔

حوا ابھی بھی ویسے ہی بیٹھی تھی۔نظریں جھکائے!

وہ خود بھی احتراز برت رہا تھا۔شیخو آگیا اور چھوٹی دیوار کے اس پار کھڑا تھا یعنی حوا کے گھر کی چھت پر۔۔اسے دیکھتے ہی وہ اس طرف بڑھا۔

"چابی لایا ہے؟"

"ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہتھیلی دیوار پر رکھی اور ابراہیم نے دوسری چھت پر چھلانگ لگائی۔ سٹور کا دروازہ کھولا اور اندر سے پتنگیں اور ڈور نکال کر لے آئے۔ اب وہ اپنی چھت پر تھا، ساتھ شیخو کھڑا تھا بڑے مزے سے دونوں اب پتنگیں اڑا رہے تھے۔ ان کی پشت حوا اور سکینہ کی جانب تھی۔

دفعتاً ڈھول بجنے کی آواز آئی اور پھر آتی رہی۔

"لگتا ہے شادی ہے کسی کی" سکینہ خوشی سے بولی۔

دونوں نے کاپی کتابیں چارپائی پر ہی چھوڑ دیں اور خود دیوار کے ساتھ لگ کر سر نیچے جھکائے کھڑی تھیں۔ یہ دیوار گلی کی جانب تھی اور تھوڑی بڑی بھی تھی۔ کسی کی بارات جانی تھی آج اس کے لیے پہلے ہی ڈھول بجنا شروع ہو گئے۔

"کس کی شادی ہے؟" حوا نے نیچے گلی میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ شمع ہوتی تھی نا کلاس میں۔۔ جس نے ساتویں تک ہی پڑھا تھا بس"

"کون۔۔ وہ چالاک سی" اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں وہی۔۔ اس کی اپنی چچا کے بیٹے کے ساتھ بات پکی ہوئی تھی۔۔ آج بارات ہے اس کی"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا اچھا۔۔" سمجھ کر سر ہلایا۔

پھر دونوں نیچے دیکھتی باتیں کر رہی تھیں۔نیچے بچے پیسے لوٹ رہے تھے۔دو تو جھگڑ بھی پڑے تھے۔۔۔ان کو دیکھ کر وہ دونوں بس ہنستی جا رہی تھیں

"وہ دیکھو۔۔پیلے والے کو۔۔کیسے اس کے بال کھینچ رہا ہے" اور پھر ہنسنے لگی۔

لاشعوری طور پر اس نے گردن پیچھے کر کے دیکھا کہ منع کرے سکینہ کو۔۔پیچھے ہو کر کھڑی ہو جائے ورنہ امی نے دیکھ لیا تو اس کے ساتھ ساتھ سب کی عزت افزائی ہو گی۔۔

اس کی نظر ہنستی ہوئی بھوری آنکھوں والی لڑکی پر پڑی جو ہنستے ہوئے اپنا دوپٹہ صحیح کر رہی تھی۔۔وہ مسکرا دیا

"کتنی اچھی لگتی ہے ہنستے ہوئے!"

سر جھٹکا اور گردن موڑ کر دوبارہ رنگ برنگی پتنگ اڑانے لگا۔

اگلی صبح کچھ مصروف سی ہوئی تھی۔سکینہ اور حوا اپنا پہلا پرچہ دینے چلی گئیں اور ابراہیم کا اپنا امتحان تھا سو وہ فجر پڑھتے ہی نکل گیا۔جب سے پیپر دے کر آئی تھی "اچھا ہوا ہے" کہہ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے میں چلی گئی اور پھر کھانا کھا کر سو گئی۔ شام ہونے کو آئی تو وہ نیچے آئی اور آ کر چولہے کے آگے بیٹھیں آسیہ کے پاس بیٹھ گئی۔

"اٹھ گئی؟" وہ مصروف لگ رہی تھیں

"ہوں۔۔ کب سے اٹھی ہوئی ہوں۔۔ بھلا امتحان کے دنوں میں بھی کسی کو نیند آتی ہے" اور ساتھ پڑی مٹی کی ایک چھوٹی پیالی اٹھائی۔

آسیہ بیگم جو کہ کھیر بنا کر اسے ڈونگے میں ڈال رہی تھیں اس سے پیالی پکڑی اور کھیر سے بھر کر واپس کر دی۔ اس نے شہادت کی انگلی سے ذرا سا کنارے سے کھیر لگائی اور پھر انگلی منہ میں ڈالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اماں۔۔ آج اتنا سکون کیسے ہے؟"

"مطلب؟" انگلی سے برتن سے لگی کھیر صاف کر رہی تھیں۔

"مطلب۔۔۔ یہ کہ" انگلی پر کھیر لگائی اور پھر انگلی منہ میں۔

"ویسے تو ان کی شہزادیاں کمرے سے نکلتی نہیں ہیں۔۔ آج دروازہ بھی بند ہے۔۔ خالدہ تائی بھی بہت خوش ہیں" دوپہر میں مسکراتیں باتیں کرتیں خالدہ تائی یاد آئیں۔

"تجھے نہیں پتہ۔۔ سمیع اللہ بھائی اور اسد آئے ہیں سیالکوٹ سے"

"ہیں" حیرت سے آنکھیں پوری کھل گئیں۔

"مجھے نہیں بتایا کسی نے؟" اسے بس دکھ تھا۔ چھوٹا سا دکھ

"تیرا پیپر تھا۔۔" ڈونگے پر ڈھکن دیا" تو جب سے آئی ہے کمرے میں گھسی ہے۔۔ تجھے کیا پتہ کون آرہا ہے کون جارہا ہے؟" کھڑی ہوئیں اور ڈونگا پکڑ کر سامنے پڑی چھوٹی میز پر رکھا۔

"مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا؟" وہ ساتھ ساتھ کھیر کھا رہی تھی

"تمھارے تایا تو باہر نکلے ہیں ابھی ذرا۔۔ اسد تو ابھی بھی اندر بیٹھا ہے ماں اور بہنوں کے پاس" پھر بیٹھیں اور آٹا نکال کر پیڑے کرنے لگیں۔

گردن موڑ کر دائیں جانب خالدہ بھابھی کے بڑے کمرے کو دیکھا جس کا دروازہ بند تھا۔ حوا نے پیالی نیچے رکھی اور کھڑی ہوئی، گلاس پکڑا اور مٹی کے گھڑے سے گلاس میں پانی انڈیلا۔ نیچے بیٹھی اور پانی پیا۔ پھر اپنی پیالی پکڑی اور اوپر جانے لگی کہ باہر کا دروازہ کھٹکا۔ بی جان نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ وہ سیڑھیوں پر کھڑی تھی جب ایک چالیس پنتالیس برس کے ذرا بڑھی

سیاہ و سفید داڑھی والا مرد اندر داخل ہوا۔ نظر اوپر کھڑی مڑ کر دیکھتی حوا پر پڑی۔ وہ مسکرا دی۔ پھر نیچے آئی

"السلام علیکم! تایا ابو!" آگے بڑھی۔ سر کے خم سے انھوں نے سلام کا جواب دیا اور سر پر پیار دیا۔ اپنے تایا کے خاندان والوں میں سے واحد "تایا ابو" ہی تھے جو اسے پسند تھے۔

"آپ کب آئے؟" گو کہ اسے پتہ تھا پھر بھی پوچھ بیٹھی۔

"دوپہر میں۔۔ جب تم سو رہی تھی" دھیمے لہجے میں بولے۔

دکھنے میں بارعب شخصیت لیے تایا ابو حوا سے بڑے پیار سے بات کر رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اوہ!" پھر مسکرائی

"رات میں ملاقات ہوتی ہے" کہہ کر وہ اوپر چلی گئی۔

وہ دن بھر پریشان رہی۔ اداس اور مایوس۔ کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ یونیورسٹی سے واپس آ کر ہلکا پھلکا سا کھانا کھایا اور پھر یونہی بالکنی میں کھڑی خالی سڑک کو تکتی رہی۔ شام ہو رہی تھی۔ سورج ابھی پورا نہیں ڈھلا تھا۔ پھر کہیں جانے کا دل کیا تو کسی خیال کے تحت

کپڑے بدلے اور ہلکا پھلکا سا تیار ہو کر گھر سے نکل گئی۔اس وقت وہ ایک دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ بیل بجائی اور اندر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔دروازہ کھلا اور نوجوان اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"اوہ۔۔لیزا!" پیچھے ہٹ کر اس نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔سیدھا لاؤنج میں جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ایک صوفہ سیٹ،دو صوفوں کے درمیان ایک چھوٹی سی میز اور اس پر لیمپ تھا۔درمیان میں ایک بڑی میز۔پیچھے بڑی سی کھڑکی تھی جس پر سے پردے ہٹائے ہوئے تھے۔وہ کچن میں چلا گیا۔وہ وہیں بیٹھی رہی،خاموش!

کچھ دیر بعد وہ باہر نکلا تو دونوں ہاتھوں میں ایک ایک کپ تھا جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔ الائچی والی چائے کی خوشبو آہستہ آہستہ پھیلنے لگی۔

"چائے!" جھکا اور اس کے سامنے ٹیبل پر چائے کا کپ رکھا۔

"شکریہ!" دھیما سا مسکرائی۔

اپنا کپ بھی اس نے ٹیبل پر رکھا اور اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"قیس کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہا" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گئی۔

"آوارہ گردی کر رہا ہو گا کہیں۔۔گھر میں سکون نہیں پڑتا اسے "اس نے کندھے اچکائے۔

"ہوں "کپ پکڑا اور چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔چائے اچھی بنی تھی۔وہ ہمیشہ سے چائے اچھی بناتا تھا۔

"میں۔۔تم سے معذرت کرنے آئی تھی "ذرا پل کو جھجکی پھر نارمل ہو گئی۔

"کیوں؟"ابرو اٹھایا۔

"وہ۔۔شاید مجھے پرنسپل کے پاس شکایت لے کر نہیں جانا چاہیئے تھا "پھر رکی "مجھے سچ میں نہیں پتہ تھا کہ وہ قیس کو یوں یونیورسٹی سے نکال دیں گے "

وہ ہنسا "صرف چند دنوں کے لیے اسے نکالا گیا ہے۔۔اور وہ کافی خوش ہے "چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"مجھے اندازہ تھا۔۔مگر پھر بھی تم اس کے بڑے بھائی ہو۔۔میری وجہ سے پریشانی ہوئی ہو گی، مجھے بھی بس ایسے ہی غصہ آ گیا تھا "لہجہ ذرا دھیما تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پورے دو منٹ اور تیس سیکنڈ بڑا ہوں میں اس سے۔۔اور ویسے بھی اسے کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔۔وہ وہی کرتا ہے جو اسے کرنا ہوتا ہے" چائے کا گھونٹ بھرا "تم یوں پریشان نہ ہو۔۔مجھے بھی غصہ آئے تو میں اسے گھر سے نکال دیتا ہوں" آخری بات پر وہ خود بھی ہنسا۔

وہ بھی ہنس دی۔

"تمھاری پڑھائی کیسی ہے؟کافی مشکل ہو گا نا میڈیکل!"

"آسان تو کچھ نہیں ہوتا لیزا!۔۔مگر اچھا ہی ہے فضول سوچوں میں پڑنے کا وقت نہیں ملتا"

اس نے شانے اچکائے اور کپ سامنے میز پر رکھا

"یہ تو ہے"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور کوئی کچھ گنگناتے اندر آیا۔لاؤنج میں سامنے صوفے پر بیٹھی مہمان کو دیکھ کر رکا۔

"لیزے آئی ہے" اور پھر کیف کے سامنے پڑا چائے کا کپ پکڑا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چائے کا کپ منہ سے لگایا۔آنکھیں بند کر کے چائے کو محسوس کیا "آہ!مزہ آگیا"

"تم کہاں تھے؟"کیف نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"مسجد گیا تھا"ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

"کیا کرنے؟"ابرو اٹھایا

"نکاح پڑھوانے"ایک بے پرواہ سا انداز

"جھوٹ مت بولو"

"ظاہر ہے۔۔ تمھیں پتہ ہے کہ میں جھوٹ ہی بولوں گا تو ہر بار میرے آنے پر ایک ہی سوال کیوں کرتے ہو"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیف چپ ہی رہا۔بہت کچھ تھا جو وہ ضبط کر گیا۔

"لیزے"کپ منہ سے لگایا اور ساری چائے ایک ہی بار اندر انڈیل لی"میری سزا پوری ہوئی۔۔ کل سے آرہا ہوں میں۔۔یونیورسٹی"وہ بہت خوش لگ رہا تھا

"دکھ ہے مجھے اس بات کا"وہ مسکراتے ہوئے بولی

"مجھے بھی!"ڈھیٹوں کی طرح پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

کیف نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔وہ اسے طرح تب دیکھتا تھا جب وہ بہت کچھ ضبط کر چکا ہوتا تھا۔

"خیر۔۔"پھر کھڑا ہوا۔لیزا کی طرف رخ تھا اور شہادت کی انگلی دکھا کر بولا"اگر اگلی بار مجھے نکلوانا ہو۔۔تو۔۔پرنسپل سے کہنا۔۔تھوڑی لمبی چھٹی دیں"پھر سر کے پیچھے کھجاتے ہوئے بولا"یہ کیا بات ہوئی تھوڑے دن آزادی اور پھر قید۔۔ہوں!"سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔نظریں ملیں اور وہ ہنس پڑے۔

آج اس کے دو ہفتے پورے ہوئے تھے۔پہلے تو کیف نے صبح اسے زبردستی اٹھایا اور پھر تیار شیار ہو کر یونیورسٹی تشریف لایا مگر دیر سے۔کلاس شروع ہو چکی تھی مگر وہ ازلی لاپرواہ سا۔سیٹی بجاتا کندھے پر بیگ لٹکاتا پینٹ شرٹ پہنے کلاس میں داخل ہوا۔پروفیسر صاحب بورڈ پر کچھ لکھ رہے تھے۔سیٹھی بجاتا اندر آیا اور سامنے پروفیسر کو دیکھ کر واپس مڑا۔باہر جانے لگا کہ پروفیسر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"ٹائم مل گیا تھا آنے کا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اف!"اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں اور منہ پروفیسر صاحب کی طرف موڑا۔پہلے دائیں آنکھ کھولی پھر بائیں۔

پھر مسکرایا۔اس کے دانت دکھے "سر!آپ دیکھے دیکھے لگتے ہیں"کچھ سوچتے ہوئے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی دانتوں میں دبائی۔

وہ اسے گھورتے رہے۔

"ادھر بیٹھو۔۔تمھارا حافظہ آج میں صحیح کرواکر بھیجتا ہوں"سامنے خالی بنچ کی طرف اشارہ کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سیٹھی بجاتا وہ بیٹھ گیا۔

"ہاں جی!تو ہم نے پڑھا۔۔۔"وہ دوبارہ پڑھانا شروع کر چکے تھے۔یہ ہسٹری کا لیکچر تھا اور وہ ڈھیٹ بن کر بیٹھا جمائیاں لیے جا رہا تھا۔کبھی کبھی تنگ ہو کر ٹانگ ہلانے لگتا۔کبھی پیچھے ٹیک لگا لیتا اور کبھی پچھلے بنچ پر بازو پھیلا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بے زار ہونے لگتا۔وقت گزرتا گیا اور اب آخری دس منٹ بچے تھے

"چلیں۔۔اب قیس آپ کو بتائیں گے کہ ہم نے آج کیا پڑھا؟"پروفیسر صاحب کا اچانک حملہ۔

وہ کھڑا ہو گیا۔پیچھے مڑ کر کلاس کو دیکھا اور مسکرایا۔

"ساری کلاس کو آج ہی آنا تھا کیا؟"دانت پر دانت جمائے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"سر۔۔آج ہم نے فن تعمیری کے بارے میں پڑھا ہے۔۔یونو آرکیٹیکچر۔۔"پھر رکا اور تھوک نگلا۔

"بس؟"پروفیسر صاحب تو جیسے پڑھاتے ہوئے آج اسی کو ہی دیکھتے رہے ہیں۔

"سر۔۔شاہ جہاں نے تاج محل بنوایا اپنی بیوی کے لیے۔۔جب وہ مر گئی"پھر کچھ سوچا"سر۔۔ویسے میرا ایک سوال ہے؟"

"جب میں نے پوچھا تھا کہ کسی کو کچھ سوال پوچھنا ہے تو تب تم سوئے تھے؟"سینے پر بازو باندھے بولے

"آ۔۔نہیں سر۔۔وہ پیچھے والے بنچ کا کیل نکال نکلا ہوا ہے میری کمر پر چبھ رہا تھا۔۔سر میں اسے فکس کر رہا تھا"معصومیت کی ساری حدیں توڑ چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پوچھو سوال" وہ ضبط کرتے بولے۔

"سر۔۔ایک طرف تو بادشاہ نے بیوی کے مرنے پر پورا ایک محل بنوا دیا۔۔واہ! کیا بات ہے "خود ہی اپنی بات پر ہاتھ اٹھا کر ہلکی سی تالی بجائی "مطلب اچھی بات ہے۔۔بیوی کو یاد رکھنا اچھی بات ہوتی ہے "کلاس میں قہقہہ بلند ہوا "اور دوسری طرف یہ وہی بادشاہ نہیں ہے جس نے تاج محل بنانے والے ماہروں کے ہاتھ کاٹ دیے تھے۔۔تاکہ وہ دوبارہ ایسا شاہکار نہ بنا سکیں"

کلاس میں خاموشی تھی۔

"سر۔۔آپ کو نہیں لگتا کہ بادشاہ سلامت زن مریدی اور پاگل پن کی حدوں کو چھو رہے ہیں"

وہ بس اسے دیکھتے گئے۔

"نہیں مطلب۔۔اب آپ ہمیں اتنا اچھا پڑھاتے ہیں۔۔اب کیا میں آپ کی زبان کاٹ دوں کہ آپ دوسروں کو اتنا اچھا نہ پڑھا سکیں۔۔یہ تو غلط بات ہے نا سر۔۔پاگل پن ہو گا یہ تو "انتہائی فلسفیانہ انداز میں وہ اپنا موقف پیش کر رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہی اچھا ہو کہ تم اپنا فلسفہ اپنے پاس رکھو" وہ ڈھیٹ بنا مسکراتا رہا" تمھارا علاج میرے پاس نہیں ہے قیس "ضبط اور افسوس سے کہتے انھوں نے میز پر پڑے اپنے نوٹس پکڑے اور کلاس سے چلے گئے۔ ساری کلاس میں شور تھا۔ کچھ ہنس رہے تھے کچھ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ معلوم ہوا قیس واپس آچکا تھا۔ اس نے اپنے سامنے ٹیبل پر اپنی ہتھیلی رکھی اور چھلانگ لگا کر ٹیبل سے کود گیا۔ آگے بڑھا اور کلاس سے باہر جانے لگا۔

ایک لڑکا اور پیچھے اس کے دو تین لڑکے اس کی جانب بڑھے۔

بازو بڑھائے وہ قیس کی جانب بڑھا یوں جیسے اسے گلے لگانے والا ہو" قیس۔۔ میرے بھائی!"

Clubb of Quality Content

اس نے ان پر ایک تخریبی نظر ڈالی اور برا سا منہ بناتے اسے نظر انداز کیا۔ سر جھٹکا اور کلاس سے باہر چلا گیا۔ اس لڑکے کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے۔ پیچھے کھڑے لڑکے منہ لٹکا کر "ہیں۔۔ ہیں" کرتے رہ گئے!

آج سمیع اللہ خان اور اسد کے آنے پر گھر میں رونق لگی ہوئی تھی۔ سب لوگ باہر صحن میں جمع تھے۔ باہر روشنی جل رہی تھی اور گھر کی عورتیں کھانے کی تیاری میں لگی تھیں۔ تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ اب زمین پر بڑا سا دستر خوان سجایا گیا جس پر روٹیاں، سالن، چاول، پھل، کھیر اور بہت سے لوازمات تھے۔ گھر میں دعوت کا سا سماں تھا۔ ساتھ والے گھر سے سکینہ اور سمیرا بھی مدعو تھیں۔ حوا، سکینہ اور شیخو سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ اپنے تایا زاد کو دیکھتے ہوئے حوا کچھ بڑبڑاتی اور وہ تینوں ہنس دیتے۔ پھر شیخو کچھ کہتا تو سکینہ لقمہ دیتی اور پھر تینوں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنس دیتے۔

"ایک بار یاد ہے بڑی عید پر ہم سب مل کر باہر چیز لینے نکلے تھے۔ اسد بھائی کے پیچھے بکرا الگ گیا۔ ہم سب بھی بھاگنے لگ گئے۔ ہم تو سیڑھیوں پر چڑھ گئے اور بکرا اسد بھائی کے پیچھے ہی لگا رہا۔ پھر وہ گٹر پر چڑھے اور تب جا کر بکرے سے جان چھوٹی تھی" سکینہ نے بچپن کا کوئی قصہ سنایا اور وہ تینوں ہنس رہے تھے۔

"ہاں! وہ بھی اگر۔۔ اشرف جلیبی والا نہ آتا تو اسد بھائی کی قربانی ہونی تھی اس دن" حوا نے اس کی بات پوری کر دی۔ پھر قہقہہ بلند ہوا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور وہ یاد ہے۔۔ گرمیوں میں۔۔ چھوٹے ہوتے جب ہم سپارہ پڑھنے جاتے تھے" حوا نے بات شروع کی

"کہاں۔۔وہ باجی شازیہ کے گھر؟" سکینہ کو یاد آیا تو بول پڑی

"ہاں۔۔ایک دن ہم سپارہ پڑھ کر آرہے تھے۔۔اقصیٰ باجی نالی میں گری تھیں" اور تینوں دل کھول کر ہنسے

"ان کے پیچھے ناماسٹر کرامت علی کا چھوٹے قد والا کتا لگ گیا تھا۔۔وہ میراثیوں کے گھر کے سامنے سے نالی گزرتی ہے اس میں جا گریں۔۔بیچاری اقصیٰ باجی!" حوا کی تو ہنسی قابو میں نہیں آرہی تھی۔آنکھوں میں پانی بھر آیا

"ہاں اور بیچاری کا جوتا بھی ٹوٹ گیا تھا"

بہت مشکل سے اس کی ہنسی قابو میں آئی۔

"حوا یاد ہے۔۔جب تم چھوٹی ہوتی تھی۔۔جب ہم باجی کے گھر جانے سے پہلے۔۔ مسجد جاتے تھے سپارہ پڑھنے"

"ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"گلی میں بڑے کتے ہوتے تھے۔۔حوا جب تم وہ کالا والا چھوٹا سا کارف لے کر جاتی تھی"

اس نے سر ہلا کر "ہاں" میں تردید کی

"ہم سب سپارہ پڑھ کر واپس آرہے تھے۔۔ہمارے پیچھے کتے لگ گئے تھے۔۔ہم نے بہت چیخیں ماریں۔۔ صبح صبح ساڑھے پانچ کا وقت تھا۔۔ہم سب چھپ گئے مگر حوا۔۔۔"اب سکینہ کی ہنسی بے قابو ہو رہی تھی۔حوا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"حوا کے پیچھے۔۔۔کتے۔۔۔لگ گئے۔۔حوا اتنی چیخی۔۔اس کا دوپٹہ ہوا میں۔۔ساری گلی کو پتہ لگ گیا۔۔کہ۔۔۔کہ "وہ ہنسے جا رہی تھی۔شیخو کی بھی ہنسی قابو میں نہیں آرہی تھی جبکہ حوا رونی صورت بنائے بیٹھی تھی۔

"شیخو۔۔اسے منع کرو" بالآخر وہ بول پڑی۔

اور شیخو کیا منع کرتا وہ خود ہنس رہا تھا۔

"اگلے دن۔۔ چھوٹا خان قاری صاحب سے کہتا کہ "اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی "ان کو شام کو بلایا کرو قاری صاحب!۔۔ان کے پیچھے کتا لگ جاتا ہے اور یہ پوری گلی کو جگاتا ہے "اور وہ تینوں ہنسنے لگے۔

آہ! بچپن کی یادیں، بچپن کے قصے!

پھر آسیہ نے آواز دی اور وہ تینوں دستر خوان پر باقی سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کھانا شروع ہو چکا تھا۔

سمیع اللہ مرکزی جگہ پر بیٹھے تھے اور ان کی ایک طرف عبداللہ بیٹھے تھے اور دوسری طرف ان کا بیٹا اسد۔۔ ہلکی پھلکی معمولی سی بات چیت بھی جاری تھی۔

"شیخو۔۔ تم کیا کرتے ہو۔۔ کیا ابھی بھی تصویریں ہی بناتے ہو؟" پوچھنے والا اسد تھا۔

"ہوں "اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"یار! کوئی بڑا کام کرو۔۔ مردوں والا کام۔۔ تم کیا یہ بچوں والے کام کرتے ہو" وہ طنز کر رہا تھا یا مذاق اڑا تھا یاد دونوں ہی۔۔اس کا لہجہ عجیب تھا۔

شیخو کچھ نہ بولا۔ سامنے پڑے پانی کے گلاس میں جھلکتی روشنی دیکھتا رہا۔

"اسد بھائی۔۔میرا بھائی بہت ہنر مند ہے۔۔اور ماشاءاللہ سے میرا بھائی جو بھی کرتا ہے "ایمانداری" سے کرتا ہے" بولنے والی حوا تھی۔اس نے ایمانداری پر زور دیا تھا۔

اسد کا منہ میں جاتا نوالے والا ہاتھ رکا۔کانوں میں سے دھواں نکل آیا۔"ایمانداری"

بہت عرصہ پہلے کاروبار کے لین دین کے معاملے میں اسد پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ بے ایمانی سے کام کرتا ہے۔۔جو کہ بعد میں ثابت بھی ہوا تھا۔گھر میں اس کا ذکر ہوا تھا لیکن بعد میں سب بھول بھلا گئے مگر آسیہ بیگم کی بیٹی کا حافظہ کافی اچھا تھا۔

اسد کو تو سانپ سونگھ گیا۔اب بھری محفل میں وہ کھانا چھوڑ نہیں جا سکتا تھا اس لیے ضبط کر کے بیٹھا رہا۔آسیہ بیگم نے گھور کر اپنے سامنے بیٹھی حوا کو دیکھا۔

"تو ذرا اندر چل۔۔بڑی قینچی کی طرح زبان چلتی ہے۔۔تیرا علاج میں کرتی ہوں"

شیخو نے بھی گردن گھما کر حوا کو دیکھا۔وہ مسکرائی اور پیالی میں کھیر نکال کر اسے دی۔سکینہ نے اسے ہلکی سی چٹکی کاٹی۔"آہ!" وہ ہلکا سا کراہی پھر ان دونوں کی نظریں ملیں اور دونوں مسکراہٹ دبائے کھانا کھانے لگیں۔

رات میں جب وہ گھر لوٹا تو قیس کچن میں کھانا بنا رہا تھا۔ایک دن کیف کھانا بناتا تھا اور ایک دن قیس۔آج قیس کی باری تھی سو وہ کچن میں تھا۔تھکا تھکا سا آیا،اندر آتے ہی کندھے پر ڈالا بیگ صوفے پر پھینکا اور خود صوفے پر ڈھے گیا۔آنکھیں بند کر کے سر صوفے کی پشت پر رکھ دیا۔پھر آہستہ آہستہ اپنا ماتھا ہاتھ سے مسلنے لگا۔

"سر میں درد ہے؟"اس کے سامنے پانی کا گلاس رکھتے قیس نے پوچھا۔

"ہوں"آنکھیں مسلتے ہوئے پشت پر سر ٹکائے بولا

"کھانا بننے والا ہے۔۔کھا کر دوائی لینا۔۔پھر سو جانا"کھڑے کھڑے سب بول گیا۔

یہ صبح والے قیس سے کافی مختلف تھا۔یہ بہت دیکھ بھال کرنے والا اور دھیما سا قیس تھا۔

"قیس۔۔"کچن جاتے جاتے اس کی آواز سماعت میں پڑی تو وہ رکا۔

"ہوں"واپس مڑا۔

"تم نے۔۔اپنے ٹیچر سے بدتمیزی کیوں کی؟"نرم لہجہ۔

"کون سا ٹیچر۔۔کون سی بدتمیزی؟"وہ ہر چیز ہر الزام سے بے گانہ تھا۔

"بچے مت بنو۔۔ سر زید سے۔۔ شام ٹائم وہ لائبریری میں ملے مجھے۔۔ تمھاری شکایت لگا رہے تھے"

وہ کھڑا ہوا اور اب اس کے سامنے تھا۔

"اوہ" سب کچھ یاد آ گیا" خیر۔۔ وہ کوئی بد تمیزی نہیں تھی" وہ کچن میں جانے لگا مگر کیف نے اس کا بازو کہنی سے پکڑ لیا۔ اس کی آنکھیں سرد تھیں ٹھنڈی کسی بھی احساس سے عاری۔ اسے اس قیس کی سنجیدگی سے خوف محسوس ہوتا تھا۔

"قیس۔۔" اسے سمجھانے کے سے انداز میں بولا" وہ تمھارے ٹیچر ہیں۔۔ وہ اچھے انسان ہیں"

Clubb of Quality Content

"ہوں" اپنا بازو چھڑایا۔

کچن کے دروازے کے ہینڈل سے لگا دہی والا شاپر اتارا اور سلیب پر چھوٹے پیالے میں انڈیلا کیف آگے بڑھا اور اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

"تم نے سنا، میں نے کیا کہا" اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لیے۔ کسی بڑے بھائی یا باپ کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔

"کیف۔۔" بولا تو آواز میں دکھ تھا، کرب تھا "ہمارا باپ بھی ایک اچھا انسان تھا۔۔وہ بھی ایک اچھا اور قابلِ احترام استاد تھا۔۔اس کے ساتھ کیوں ہوا وہ سب؟ کیا وہ ایک اچھی زندگی کا حقدار نہیں تھا۔۔اور ہماری ماں۔۔" کیف سے مزید ضبط نہیں ہوا اور وہ کچن سے نکل گیا۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر جانے لگا۔

قیس کچھ لمحے اسی طرح کھڑا رہا۔۔پھر سر جھٹک کر چاولوں پر دم دینے لگا۔

وہ چھت پر کھڑا تھا۔دیوار کے پار باہر کی رونق دیکھ رہا تھا۔سینے پر ہاتھ باندھے جس حالت میں یونیورسٹی سے آیا تھا اسی حالت میں۔بال بکھرے، تکان زدہ چہرہ۔اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

Clubb of Quality Content

"قیس کبھی کسی سے معافی نہیں مانگتا۔۔لیکن قیس تمھیں غمزدہ بھی نہیں دیکھ سکتا" اور آگے بڑھ کر اس نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا، بازو کندھے کے گرد حمائل تھا۔

"سوری یار!۔۔میں زیادہ ہی جذباتی ہو گیا" اور پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

کیف دھیما سا مسکرایا۔

"کھانا کھالو۔۔ گرمی اور بھوک۔۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتی" معصومانہ شکل بنا کر اسے کہنے لگا۔

پھر وہ ہنس دیا" چلو" اور اب وہ دونوں نیچے آ رہے تھے۔

رات کا کھانا کھاتے قیس نے کیف کو سارا کچھ بتایا جو جو آج یونیورسٹی میں ہوا۔ وہ کھانا کھاتے اپنے بھائی کے کارنامے سنتے بہت ہنسا۔ کبھی وہ اسے ڈانٹ دیتا کبھی ساتھ مل کر مذاق اڑاتا۔ دونوں ایسے ہی تھے۔ ایک دوسرے کے باپ بھی اور بھائی بھی!

ناولز کلب

رات کا تیسرا پہر تھا، تہجد کا وقت تھا۔ پورے گھر میں خاموشی اور اندھیرا تھا۔ وہ بھی اپنے کمرے میں سوئے تھے کہ اچانک عبداللہ خان کو سینے میں کوئی چبھن محسوس ہوئی۔ انھوں نے کروٹ بدلی مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ گلے میں خراش سی اٹھنے لگی۔ وہ اٹھ بیٹھے اور سینے پر ہاتھ ملتے کھانسنے لگے۔ آسیہ بیگم بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔ وہ سینے پر ہاتھ ملتے جاتے اور کھانستے جاتے۔ انھوں نے جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا مگر انھوں نے ہاتھ سے پیچھے کر دیا۔ وہ اٹھے اور باہر کو جانے لگے۔ اندھیرا، ہر طرف اندھیرا، جامنی اندھیرا

صرف ایک چمکتا چاند تھا۔وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہانپتے ہوئے دروازے کے سہارے کھڑے تھے۔آسیہ بیگم بھی کافی گھبرائی ہوئی تھیں۔ان کی کمر پر مسلسل ہاتھ مل رہی تھیں۔

"اچانک سے کیا ہو جاتا ہے آپ کو۔۔پہلے تو کبھی ایسے نہیں کھانستے تھے"

آنکھیں بند کیے وہ نڈھال سے دروازے سے سر لگا کر آنکھیں بند کر کے نیچے بیٹھ گئے۔

آسیہ بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑا تو گیلا گیلا سا محسوس ہوا۔نہیں! وہ پانی نہیں تھا۔۔پانی سے گاڑھا تھا۔۔ان کی قمیض پر بھی ایسے ہی دھبے تھے۔ان کے ہونٹوں پر بھی گہرا مائع لگا تھا۔۔

انھوں نے غور سے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا۔ہاتھ آنکھوں کے نزدیک کیا اور پھر اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان اس پانی جیسی چیز کو مسلا۔۔چاند کی روشنی پڑی۔۔

ہاں! وہ پانی سے گاڑھا تھا۔۔وہ "خون" تھا۔ان کے ہاتھ کانپنے لگے۔۔ان کا وجود ٹھنڈا پڑنے لگا۔۔منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخ دبائی اور سامنے آنکھیں بند کیے دروازے سے لگ کر بیٹھے نڈھال سے عبداللہ کو دیکھا جو اب کافی حد تک نارمل تھے۔۔مگر گہری گہری سانسیں لے رہے تھے اور اسی طرح ہانپ رہے تھے۔۔کچھ دیر تو وہ انھیں ہی دیکھے گئیں پھر اٹھیں اور عبداللہ کو کندھے سے ذرا سا ہلایا "عبداللہ۔۔اٹھیں اندر چلیں"

کوئی جواب نہیں۔وہ بس گہرے جامنی آسمان کو تکے جا رہے تھے۔

آسیہ کے گالوں پر بہت سے آنسو گرے۔وہ ان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

"اندر چلیں عبداللہ" پھر گردن موڑ کر ساتھ بیٹھی آسیہ کو دیکھا تو دھیمے سے بولے "مجھے معاف کر دینا"

وہ رونے لگیں۔بے آواز آنسو۔

عبداللہ نے سر جھکایا اور اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگے۔

"دیکھو! میرے حصے میں نہ کل کچھ آیا نہ آج" وہ بولے تو آواز رندھ گئی۔

دور کہیں فجر کی اذان ہونے لگی تھی۔وہ اٹھے اور ہاتھ بڑھایا۔آسیہ نے ہاتھ تھاما اور کھڑی ہوئیں۔آنسو صاف کیے اور اندر جا کر چراغ روشن کیا۔

روشنی میں عبداللہ کا چہرہ واضح ہوا۔زرد چہرہ، کمزور آنکھیں اور ہونٹوں پر ابھی بھی خون لگا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"حوا۔۔اور۔۔ شیخو کو مت بتانا" اور خود فوراً سے وہاں سے چلے گئے۔ابھی انھیں کپڑے بدل کر نماز بھی پڑھنی تھی۔

آسیہ برف ہوا وجود لیے وہیں کھڑی رہیں

آج وہ یونیورسٹی سے جلدی واپس آگئی تھی۔آتے ہی چائے پی تھوڑی دیر یونہی بیڈ پر لیٹے چھت کو گھورتی رہی اور پھر اٹھی اور سٹڈی روم میں آگئی۔الماری کھولی اور کتاب نکالی مگر ایک آدھ صفحہ پڑھ کر ہی بس کر دی۔آج کوئی کام کرنے کا دل نہیں تھا۔عجیب دل تھا۔ عجیب دن تھا۔وہ اٹھی اور نیچے بیسمنٹ میں چلی گئی۔یہ جگہ باقی گھر کی نسبت ٹھنڈی تھی۔ نیچے لمبے لمبے تین ستون کھڑے تھے اور ایک دو کمرے تھے۔سیڑھیاں اتری پہلے چھوڑ کر دوسرے کمرے کے دروازے کو کھولا۔اندر بہت سے کینوس، کارڈبورڈز، ایزل، رنگ، برش، کرسی، میز اور ایک الماری تھی۔فرش پہ دیوار کے سہارے پڑیں بہت سی پینٹنگز تھیں۔کمرے میں چاروں دیواروں پر سفیدی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے ایک ایزل پر کینوس رکھا۔فرش پر پڑے کارٹن سے اپنے رنگ اور برش نکالے۔چند لمحوں بعد وہ کینوس پر پینٹ کر رہی تھی۔بائیں ہاتھ میں پیلٹ پکڑے جس پر مختلف رنگ لگے تھے،دائیں ہاتھ سے کینوس پر پینٹنگ کرتی وہ مصروف سی تھی۔گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تک آتا ہلکے جامنی رنگ کا فراک جو کہ ٹخنوں سے بہت اوپر تک تھا،بال پہلے سے بڑھ چکے تھے جو کہ جوڑے میں بندھے تھے۔چند لٹیں جوڑے سے نکل کر گردن کو پیچھے سے چھو رہی تھیں اور چند لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔وہ مطمئن سی کچھ گنگناتے ہوئے برش والا ہاتھ کینوس پر چلا رہی تھی۔کمرے میں سامنے والی دیوار پر ایک بڑی سی دیوار گیر کھڑکی تھی جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے اور روشنی اندر آ رہی تھی۔اس نے ایک لڑکی کی گردن کو پینٹ کیا جس کے اوپر کوئی سر نہیں تھا بلکہ وہاں بہت سے پھول کھلے تھے۔اب وہ اس گردن کے نچلے حصے کو پینٹ کر رہی تھی۔کسی کی آہٹ سنائی دی مگر وہ اسی طرح پینٹ کرتی رہی۔شاید بیلا ہو۔۔بیلا اس کی وہی ملازمہ جو اس دن اسے کمرے میں بلانے آئی تھی۔دروازہ ہلکا سا کھلا تھا مگر اب اسے قدموں کی چاپ اپنے پیچھے سنائی دی۔نہیں! وہ کسی لڑکی کے قدموں کی چاپ نہیں تھی۔اس کے ذہن نے فوراً الارم بجایا۔گنگناتی آواز تھم گئی،چلتے ہاتھ رک گئے اور وہ تیزی سے پیچھے مڑی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دونوں میں ایک دو قدم کا فاصلہ تھا۔ پینٹ برش والا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ رنگوں والی پیلٹ زمین پر جا گری۔ کچھ رنگ زمین پر بھی لگے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور دل۔۔ آج پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔

"تم۔۔۔" بمشکل تھوک نگلتے بولی۔

"ہاں۔۔ میں۔۔ لیزا۔۔" اس نے اس کے ہاتھ سے برش کھینچ لیا۔

اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔ پینٹ برش گھماتے اس کی نظر لیزا کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا لینے آئے ہو یہاں" خوف زائل ہوا۔ وہ تقریباً چیخی تھی۔

قہقہہ لگا کر ہنسا "لینے نہیں" وہ گھوم کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔۔ اب لیزا کی گردن اس کے چہرے کی جانب تھی "دیکھنے "لیزا مڑی" تمھیں دیکھنے"

"بھاڑ میں جاؤ تم" وہ پھر سے چلائی۔ گردن پر ایک نس ابھری تھی۔ آنکھیں ہلکی لال اور چہرہ غصے سے سرخ پڑ رہا تھا۔

وہ پھر ہنسا۔ قہقہہ لگایا۔

وہ وہاں سے جانے لگی تھی مگر اس نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ درد کی شدت سے وہ کراہی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔۔" وہ چلائی تھی۔

"کیا کہا تم نے۔۔ بھاڑ میں جاؤں۔۔ میں اگر بھاڑ میں بھی گیا نا تو خدا کی قسم تمھیں ساتھ لے کر جاؤں گا"

سرخ آنکھوں اور غصے سے بھینچے جبڑے لیے وہ دھاڑ رہا تھا۔ لیزا کی کلائی سرخ اور انگلیاں نیلی پڑنے لگیں۔

"آہ۔۔۔ فلک شیر۔۔ ہاتھ چھوڑو میرا" اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن اس نے اس کے ہاتھ میں گاڑھے تو اس نے جھٹ سے ہاتھ چھوڑ دیا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ گلابی آنکھیں لیے وہ بولی "خدا کرے تم مر جاؤ، فلک شیر!" اور بھاگنے کے سے انداز میں وہ باہر نکلی اور سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی۔ لاؤنج میں بیٹھے مہمانوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ گرینی بھی بیٹھی تھیں۔ ان کے سامنے سے گزرتی لیزا نے انھیں ایک نظر دیکھا اور پھر "ہوں!" سر جھٹکتی وہاں سے چلی گئی۔ اس کی کلائی بری طرح جل رہی تھی اور ایک عجیب سی وحشت عجیب سا خوف اٹھ رہا تھا۔ کمرے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں جا کر اس نے دروازے کی چٹکی چڑھائی اور خود بیڈ پر گر پڑی۔ بیڈ پر الٹا لیٹی لیزا بہت بری طرح رو رہی تھی۔

صبح کافی روشن تھی اور دن معمول کے مطابق۔ آج اسے چھٹی تھی سو وہ کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ کبھی بیڈ پر بیٹھ جاتی، کبھی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر چلنے پھرنے لگتی اور چلتے پھرتے رٹا لگاتی۔ گرمی کل کی نسبت آج زیادہ تھی۔ جمی بھی ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔

دفعتاً کمرے میں آسیہ بیگم آئیں، ان کے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں تربوز کے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی کمرے کے دروازے پر جھولتے پردے ہاتھ بڑھا کر پیچھے کیے "بیسیوں دفعہ اس لڑکی کو کہا ہے کہ گرمی ہوتی ہے پردے پیچھے کر لیا کر۔۔ مجال ہے جو کچھ عقل آ جائے" وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ آگے بڑھ کر تربوز کی پلیٹ پکڑی اور ایک ٹکڑا پکڑ کر منہ میں رکھا۔ ٹکڑا کافی بڑا تھا اس کے گلے کو لگ گیا اور وہ کھانسنے لگی۔

Clubb of Quality Content

انھوں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر دو چار ہاتھ مارے "نکمی اولاد!" کچھ لمحوں بعد سانس بحال ہوئی تو وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ آسیہ اس کی الماری میں سے نئی بیڈ شیٹ نکال رہی تھیں۔ اس نے گردن موڑی اور بولی "اماں۔۔ شیخو کہاں ہے؟"

بیڈ شیٹ نکالتی آسیہ بولیں "منڈی گیا ہے کچھ سامان لینے"

"آج گھر میں سب خیر ہے نا۔۔ کیا کوئی آرہا ہے؟" پھر تربوز کا ایک ٹکڑا اپکڑا اور آدھا منہ میں ڈالا۔

"ہاں۔۔ وہ اقصیٰ کا رشتہ دیکھنے آئے تھے نا۔ انھوں نے ہاں کر دی ہے۔۔ آج منگنی کی انگوٹھی پہنانے آرہے ہیں" دو تین بیڈ شیٹس میں سے ایک پسند کی اور باقی الماری میں رکھیں۔

"ہیں! اقصیٰ باجی کا رشتہ کب دیکھنے آئے تھے" وہ حیران ہوئی تھی۔

"تم تب گھر نہیں تھی۔۔ مدرسے گئی تھی" کہتی وہ باہر چلی گئیں۔

"اسی لیے خالدہ تائی صبح صبح ہی صفائیاں کروانے لگی تھیں" وہ سوچنے لگی

"کوئی بھی بات مجھے پتہ نہیں ہوتی۔۔ کبھی میں سوئی ہوتی ہوں اور کبھی مدرسے گئی ہوتی ہوں۔۔ خیر!" کندھے اچکا کر تربوز کھانے لگی۔ جمی آگے آیا اور اسے بھی ایک ٹکڑا دیا۔ آخر بلوں کا بھی تو دل ہوتا ہے نا!

شام میں عصر کے بعد گھر میں چار مہمان آئے۔ دو لڑکیاں ساتھ میں ایک خاتون اور چالیس پنتالیس برس کا ایک معمر سا مرد تھا۔ حوا نے چھت سے نیچے جھانکا اور پھر کندھے اچکا کر کمرے میں چلی گئی۔ اس کے لیے اس کا امتحان سب سے ضروری تھا۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے اس کی ثمر اور اقصیٰ سے کبھی نہیں بنی تھی بلکہ بات بھی بہت کم ہوتی تھی۔ وہ اپنے کمرے سے نکلتی نہیں تھیں اور یہ ان کے کمرے میں جاتی نہیں تھی۔ خیر لڑکے والوں کی طرف سے اس کے ماں باپ اور دو بہنیں آئیں اور اقصیٰ کو انگوٹھی پہنا گئیں یوں چھوٹی سی رسم ہو گئی۔

یہ رات کافی اندھیری تھی مگر جتنی گہری رات اتنا چمکتا چاند۔ وہاں ایک جنگل تھا گھنا جنگل جس میں لمبے لمبے درخت کھڑے تھے اور پتوں سے چھن کر آتی چاند کی روشنی زمین پر پڑ رہی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک جھیل بہہ رہی تھی جس میں گول چاند کا عکس مکمل

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نظر آتا تھا۔چاند کی روشنی تو گویا ایسے تھی جیسے پانی پر ستارے چمک رہے ہوں۔وہ دونوں ہنستی باتیں کرتیں اس جھیل کے کنارے کھڑی تھیں۔جامنی رات، گہری جامنی رات۔ ابراہیم نے جھک کر جھیل میں اپنا عکس دیکھا اور پھر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا یوں کہ چہرہ ابھی بھی پانی پر ہی جھکا تھا۔اس نے پانی میں ہاتھ ڈالے اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح ملایا جیسے دعا کرتے وقت ملاتے ہیں پھر ان میں پانی بھرا اور ہاتھ ہونٹوں تک لے گیا۔پانی پیا اور دوبارہ ہاتھ پانی میں ڈالا مگر یہ کیا۔۔اس کے ہاتھوں نے کسی بھاری چیز کو پکڑا تھا۔دائیں ہاتھ سے اس نے وہ ہلتا ہوا وجود پکڑا اور اسے پانی سے باہر نکالا۔وہ تڑپتی ہوئی مچھلی تھی اس کے ہاتھ سے بڑی اور بازو سے چھوٹی۔حوا اور سکینہ وہ مچھلی دیکھنے کے لیے آگے بڑھیں۔چاند کی روشنی میں وہ واضح نظر آ رہی تھی۔ابراہیم پریشان سا اسے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا جھیل کی دوسری طرف سے چھلانگ لگاتے ہوئے نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ سے مچھلی چھینے،اپنے منہ میں دبائے جنگل میں غائب ہو گیا۔وہ تینوں ہکا بکا ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔بھیڑیے نے شاید وہ مچھلی کھالی تھی اور اب پھر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ابراہیم بھاگ کر ان دونوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔جیسے ان دونوں کو بچانا چاہتا ہو۔یہ کیسی رات تھی کیسا سناٹا تھا۔بھیڑیا ایک دم چھلانگ لگاتا اس پر حملہ آور ہوا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی!" ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھی۔

پسینے میں شرابور سکینہ اپنی ماں کے ساتھ پلنگ پر سوئی تھی۔ سمیرا بھی اٹھ بیٹھیں۔

"امی!" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا بیٹے۔۔ادھر ہی ہوں میں" اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھیں اور اسے پانی کا گلاس دیا۔

"امی۔۔بھائی۔۔" وہ رو رہی تھی۔

"پانی پیو بیٹے۔۔خواب تھا" اس نے گلاس ہونٹوں سے لگایا اور دو چار گھونٹ لیے۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ چاند کی روشنی معمول سے زیادہ تھی، روشنی آج کمرے کے دروازے پر بھی دستک دے رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

انھوں نے سکینہ کے ہاتھ پکڑے۔ وہ یخ ٹھنڈی تھی اور کانپ رہی تھی۔ آگے بڑھ کر اسے اپنے کندھے سے لگایا۔ اس کا دل بہت بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"بس بیٹے۔۔خواب تھا۔۔میں تمھارے ساتھ ہی ہوں۔۔کچھ بھی نہیں ہوا" وہ مسلسل اسے تھپکتے ہوئے تسلی دے رہی تھیں۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی "امی۔۔امی۔۔آپ بھائی سے کہیں وہ واپس آجائیں "ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا "وہ کہیں بھی نہ جائیں۔۔ہمارے پاس ہی رہیں "اور پھر رونے لگی

"ہاں میری جان۔۔کہیں بھی نہیں جانے دیں گے اسے۔۔"انھوں نے اس کے گال چھوئے اور آنسو صاف کیے۔

وہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی مگر اس بھیڑیے کی آنکھیں ابھی بھی اس کے ذہن میں تھیں۔۔چمکتی نیلی آنکھیں!

ناولز کلب

"امی۔۔چراغ جلادیں "وہ فوراً اٹھیں اور باہر سے موم بتی لائیں۔لیمپ جلایا اور اسے اونچی جگہ ایک طاق میں رکھ دیا۔ہر طرف روشنی پھیل گئی۔وہ دوبارہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

اس نے اپنا سر ماں کی گود میں رکھا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں۔۔پھر خواب نہیں ڈراتے "اور کچھ پڑھ کر اس کے اوپر پھونکا۔بس اس لمحے سکینہ کا دل چاہا کہ کچھ ایسا ہو کہ اس کی آواز اس کا بھائی سن لے اور

واپس آجائے۔۔کچھ ایسا ہو کہ وہ ابھی اسی وقت اپنے بھائی سے بات کر کے اسے منا لے کہ وہ واپس آجائے۔۔ مگر اس کی یہ خواہش بہت سالوں بعد پوری ہوئی!

اگلی صبح وہ گم سم سی،اداس سی تھی۔ خیر جلدی جلدی تیار ہو کر باہر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی کہ دروازہ کھٹکا۔ سمیرا نے جا کر دروازہ کھولا۔وہ چارپائی پر بیٹھی گردن موڑے دروازے کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔ باہر شیخو کھڑا تھا۔راستہ کچا ہونے کی وجہ سے تانگہ اب انھیں دروازے پر لینے نہیں آتا تھا بلکہ تھوڑا راستہ انھیں پیدل چل کر ہی طے کرنا ہوتا تھا۔یہ ذمہ داری آج کل شیخو کے سپرد تھی۔وہ سکینہ اور حوا کو چھوڑ کر آتا تھا اور واپسی پر دس منٹ پہلے ہی وہاں کھڑا ہوتا اور پھر ساتھ لیتے ہوئے آتا۔ابھی بھی دروازے پر وہی کھڑا سکینہ کا پوچھ رہا تھا۔اس نے جلدی جلدی پانی پیا اور چادر اوڑھ کر باہر نکل آئی۔آج دن کافی اچھا تھا۔دھوپ نہ ہونے کے برابر تھی ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی۔ سکینہ اپنی اماں کو خدا حافظ کہہ کر باہر آئی اور حوا سے گلے ملی۔وہ مسکرائی۔رات والا خواب یاد آیا مگر اس نے سر جھٹک دیا۔

Clubb of Quality Content

پھر وہ چل دیے۔انھیں چھوڑ کر شیخو واپس آگیا۔آج عبداللہ خان گھر پر ہی تھے۔شیخو آیا تو دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔پھر وہ اوپر چلا گیا۔دن کے دس بجے کا وقت تھا جب چھت سے "ٹھک، ٹھک" کی آواز آرہی تھی۔وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اوپر گئے۔

جیسے جیسے اوپر کی طرف جارہے تھے ویسے ویسے منظر واضح ہورہا تھا۔چھت پر سٹور روم کے بائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا ہتھوڑی پکڑ کر لکڑی پر کیل ٹھونک رہا تھا۔چھت پر ایک چارپائی تھی جس پر شیخو سوتا تھا۔سٹور روم کا دروازہ نیم کھلا تھا۔وہ اس کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔اب اس کی پشت عبداللہ کی طرف تھی۔اس نے ایک ڈبہ بنایا تھا۔بلکل چھوٹی چوکور نما الماری جیسا ڈبہ۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ذرا سا گلہ کھنکھارا تو وہ چونکا، کیل پر ہتھوڑی مارتا ہاتھ رکا اور اس نے بیٹھے بیٹھے گردن پیچھے موڑی اور اوپر دیکھا۔

"ابو۔۔" بے اختیار اس نے ہتھوڑی زمین پر رکھی اور کھڑا ہوا۔

"آپ کک۔۔ کھڑے کیوں ہیں؟" آگے بڑھا اور چارپائی پر پڑا تکیہ پیچھے کیا۔ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گئے۔"آؤ بیٹھو" وہ مؤدب سا گردن جھکائے ان کے سامنے کھڑا تھا جب انھوں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گیا۔

انھوں نے اس کے ہاتھ دیکھے۔ان پر مٹی لگی تھی۔ہاتھ کی پشت پر ہلکے ہلکے بال تھے۔ گورے چٹے ہاتھوں پر کہیں کہیں مشقت کے نشان بھی تھے۔شیخوان کے دائیں جانب دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے بیٹھا تھا۔انھوں نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا" کتنی بار ہتھوڑی لگی؟" وہ جھجھکا۔

اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

"اب تو گگ۔۔ گننا بھی بب۔۔ بھول گیا" نہ ناراضگی تھی نہ شکوہ بس ایک سادہ سا جواب۔

وہ اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے مسکرائے۔عجیب سی مسکراہٹ تھی شاید طنز یا شاید افسوس تھا۔

"جہاں آرا ہوتی تو تمھیں سوئی تک نہ چبھنے دیتی" ایک دم جھٹکے سے گردن اٹھائی اور اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ پہلے سے کمزور ہو چکے تھے۔ سر کے بال کہیں کہیں سے سفید ہو چکے تھے۔ بھوری آنکھوں میں اداسی تھی گو کہ آنکھیں جھکی ہوئی تھیں پھر بھی وہ محسوس کر سکتا تھا۔ جب سے وہ پیدا ہوا تھا اس کی یادداشت میں نہیں پڑتا کہ کبھی اس نے اپنے باپ کے منہ سے اپنی ماں کا نام سنا ہو۔ ہاں ایک دو بار خالدہ تائی اور شاید اس کے دادا نے لیا تھا۔

اس کے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھے جا رہے تھے جیسے لکیروں میں کچھ ڈھونڈ رہے ہوں۔

"ابو۔۔ آپ ٹھیک ہیں؟" وہ کچھ پریشان ہوا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ عبداللہ اس سے یوں بات کریں بلکہ دونوں کے درمیان بات ہوتی ہی نہ ہونے کے برابر تھی۔

"تمھیں مجھ سے نفرت تو ہوتی ہو گی۔۔ تم نے کتنی ہی بار مجھے پکارا ہو گا مگر میں نہیں ہوں گا۔۔ کبھی اندھیرے سے ڈر کر کبھی دنیا سے گھبرا کر" پھر ایک گہری سانس لی "تمھیں میں برا لگتا ہوں گا یا شاید تمھیں کبھی کبھی شک بھی ہوتا ہو کہ میں تمھارا باپ ہوں بھی یا نہیں" ان کی آنکھوں میں افسوس تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے کہے جا رہے تھے۔

"نہیں ابب۔۔ بو!" اس نے انھیں روکنا چاہا مگر وہ پھر بھی بولے گئے۔

"ماں باپ اپنی اولاد کے لیے لڑ جاتے ہیں مگر۔۔میں عجیب باپ تھا اپنے بیٹے سے ہی لڑتا رہا۔۔ماں باپ سب کچھ ہوتے ہیں مگر خدا نہیں ہوتے، فرشتہ نہیں ہوتے۔۔ان کی صرف ایک غلطی ہوتی ہے کہ وہ بھی انسان ہوتے ہیں" یہ کہتے ہی انھوں نے اس کے کندھے کو تھپکا پھر پھیکا سا مسکرائے۔وہ حیران تھا ہکا بکا سا اپنے باپ کو دیکھے جا رہا تھا۔۔یہ معجزہ آج کیسے ہوا؟ شیخو کے دل کو کچھ ہوا۔۔کچھ تو عجیب تھا، کچھ پراسرار تھا۔

پھر کھڑے ہوئے۔۔شیخو بھی کھڑا ہو گیا۔وہ ان کے کندھے سے تھوڑا بڑا تھا۔انھوں نے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا

"جنت میں جہاں آرا مجھ سے پوچھے گی نا۔۔میرا بیٹا کیسا دکھتا ہے۔۔تو کہہ دوں گا۔۔ تمھارے جیسا دکھتا ہے" اور پھر مسکرائے ان کی ہلکی بھوری آنکھیں نم تھیں۔وہ چلے گئے اور وہ دیکھتا رہ گیا۔

صبح سے ہی وہ کافی پریشان تھا۔ناشتے کے وقت بھی قیس اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا مگر پھر ناشتہ کر کے چپ چاپ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگا۔نہا دھو کر آئینے کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامنے کھڑا اسیٹی بجاتا اپنے بال بنا رہا تھا۔ آئینے میں اسے اپنی پشت پر کھڑا میٹرس پر سے چادریں تہہ کرتا، تکیہ سیٹ کرتا کیف نظر آ رہا تھا۔

"آج کالج نہیں جانا تم نے؟" آئینے میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔ نگاہیں ابھی بھی اسی طرف جمی تھیں۔

"نہیں" سرسری سا جواب۔ وہ بیڈ شیٹ سیٹ کر رہا تھا۔

"کیوں؟"

"ضروری کام ہے۔۔ وہ کر لوں پھر جاؤں گا"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا ضروری کام ہے؟"

کیف اٹھا اور آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ قیس بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہے بس!"

"مجھے نہیں بتاؤ گے؟" ابرو اٹھایا

اس نے نظریں چرا لیں۔ ایک ٹھنڈی سانس خارج کی "نہیں۔۔ بعد میں بتاؤں گا تمھیں"

"او-کے "اور وہ باہر چلا گیا۔بیگ پکڑا کندھے پر ڈالا اور خدا حافظ بول کر یونیورسٹی چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد کیف لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا۔کچھ سوچ رہا تھا۔پھر کچھ سمجھ نہیں آیا تو سر دونوں ہاتھوں میں دیے بیٹھ گیا۔ابھی سر ہاتھوں میں ہی تھا کہ اس نے نظریں ترچھی کیں۔ساتھ چھوٹی میز پر ایک بڑا سا کاغذ تھا جو کہ بار بار کھڑکی سے آتی ہوا سے ہل رہا تھا۔اس نے سیدھا ہو کر اس کاغذ کو پکڑا۔نیچے کچھ پیسے تھے جو گر گئے۔۔اس نے وہ پیسے بھی پکڑ لیے

"رکھ لو۔۔اور زیادہ میرے باپ نہ بنا کرو" بڑے بڑے لفظوں میں لکھی ایک سطر۔لکھائی قیس کی تھی مگر۔۔اس نے پیسے دیکھے "اتنے سارے پیسے کہاں سے لایا؟"اور پھر اندر جا کر الماری میں پیسے رکھ دیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی ایک پریشانی ختم ہوئی تھی "پیسے کہاں سے آئیں گے؟"اور دوسری آن پڑی تھی "یہ پیسے کہاں سے آئے ہیں؟"

خیر اس نے انتظار کیا تب تک جب تک کہ قیس نہ آیا۔دو بجے اور دروازہ کھلا۔گنگناتے ہوئے اندر آیا اور اندر آتے ہی ساتھ والی دیوار پر اپنی سائیکل کی چابی لٹکا دی۔کیف سامنے صوفے پر بیٹھا تھا۔اس نے اسے مسکرا کر دیکھا مگر کیف کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس نے نظر انداز کر دیا۔

اب کہ وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلا تو وہ سامنے ہی ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ماتھے کے ساتھ گیلے بال چپکے ہوئے تھے جن میں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔۔چہرہ گیلا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر دیوار سے لٹکا تولیہ لیا اور چہرہ صاف کرنے لگا۔

"تم کیا میری ساس کی طرح مجھے گھورے جا رہے ہو؟"تولیہ دوبارہ لٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"پیسے کہاں سے آئے؟"سینے پر ہاتھ باندھے وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

"کون سے پیسے؟"اس نے کندھے اچکائے۔

"بتاؤں تمھیں کون سے پیسے؟"وہ غصے سے جبڑے بھینچتے ہوئے بولا

"اوہ۔۔وہ والے"ابرو اٹھایا اور پھر مسکرایا۔

"ہاں۔۔وہ والے"

"میری حلال کی کمائی ہے"اور وہ باہر جانے لگا تھا کہ کیف نے کہنی سے اس کو پکڑا اور ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔

"کہاں سے آئے وہ پیسے؟" سنجیدہ انداز سپاٹ چہرہ۔

اس نے سانس خارج کی "چوری کیے ہیں" کیف کے رنگ اڑ گئے "اب خوش۔۔یہی سننا تھا نا"

"قیس" وہ صدمے اور غم کی سی کیفیت میں بولا

"اچھا ٹھیک ہے۔۔ گردہ بیچا ہے اپنا میں نے" بڑے آرام سے بولا

کیف نے اسے غصے سے دیکھا

"اچھا ٹھیک ہے یار۔۔ تھیڑ سے لے کر آیا ہوں پیسے۔۔دو تین شوز کیے تھے مگر انھوں نے پیسے نہیں دیے تھے۔۔ کل لڑ جھگڑ کر لایا ہوں" اس بات پر اسے ذرا سا یقین تھا۔

"تم سچ بول رہے ہو؟" ابرو اٹھائے شکیہ نگاہوں سے دیکھا

"نہیں!" وہ اکتا گیا۔

اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ قیس اب پھر جانے لگا تھا کہ اس نے سوال کیا

"کیوں کیا یہ سب؟" وہ مڑا تو اس کا چہرہ قیس کی پشت کی جانب تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا مطلب کیوں کیا؟" وہ مڑا اور اس کی طرف دیکھا "میں اندھا نہیں ہوں۔۔سب نظر آتا ہے مجھے۔۔باپ ہوں تمھارا۔۔ سمجھ آیا؟" اور سر جھٹک کر چلا گیا۔

کیف کچھ لمحے کھڑا رہا پھر اس کے پیچھے کچن میں آ گیا۔

وہ اس کے قدموں کی چاپ سن چکا تھا۔ پتیلی میں پانی اور پتی ڈال کر چولہے پر رکھی اور نیچے آگ جلائی۔ پھر چینی ڈالی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔اب شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔مجھے پتہ تھا یار کہ تمھاری کچھ فیس رہتی ہے۔۔ تم سب بڑے بھائی اپنے آپ کو جیسے بڑے عقل مند سمجھتے ہو کہ ہم چھوٹوں کے نہ تو دل ہیں نہ دماغ۔۔ہوں" سر جھٹکا اور پتیلی کو پکڑ کر ہلکا سا گول گول گھمایا، اندر بھورا پانی ہلنے لگا۔

وہ بس مسکرایا "یہ چھوٹے کب بڑے ہو جاتے ہیں نہیں پتہ چلتا" اس نے سر جھٹکا "میں تو تم سے یہ کہنے آیا تھا کہ میرے لیے بھی ایک کپ بنا دینا۔۔ تمھیں پتہ نہیں کونسی خوش فہمیاں ہیں" اس نے کندھے اچکائے۔

قیس نے گردن موڑ کر پیچھے کھڑے کیف کو دیکھا اور پھر پتیلی میں ایک کپ اور پانی کا ڈالا

"اس وقت تم مجھے زہر لگ رہے ہو" چہرہ آگے موڑ کیا اور وہ بس مسکراتے ہوئے کچن سے نکل گیا۔

سمیرا گھر پر اکیلی تھیں اور سارا گھر سمیٹ رہی تھیں۔ سکینہ اکیلی ہی ہوتی تھی گھر پر تو گھر ویسے بھی صاف ہی ہوتا تھا۔ کمرے کے پردے اور صوفے کے غلاف بدل کر وہ اب جھاڑ پونچھ کر رہی تھیں جب باہر کا دروازہ بجا۔ دس بجنے والے تھے۔

"سکینہ تو نہیں ہو سکتی۔۔ وہ تو گیارہ بجے آئے گی۔۔ پھر کون؟" سوچتے ہوئے باہر کی جانب بڑھیں اور دروازہ کھولا، خوشی اور حیرت کے مارے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیے۔

دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا، کندھے پر بیگ ڈالے۔ ہشاش بشاش مسکراتا ہوا۔

"میری جان!" فوراً اسے گلے سے لگا لیا۔ وہ جھکا اور ماں نے اس کا ماتھا چوما۔ دوبارہ گلے سے لگا لیا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

Clubb of Quality Content

"بس کر دیں امی۔۔میں بھی رونے لگ جاؤں گا"ان کو کندھے سے تھامتے ہوئے بولا اور وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیں۔

وہ اندر آیا اور دروازہ بند کر کے وہ بھی اسی کے پیچھے کمرے میں آ گئیں۔

اس نے بیگ پیچھے بیڈ پر رکھا اور پاؤں اوپر کر کے جوتے کے تسمے کھولنے لگا۔ سمیرا اس کے سر پر کھڑی پیسے وار رہی تھیں۔ گول گول گھماتے ہوئے۔اف! یہ امیوں کے کام۔

وہ خاموش بیٹھا رہا۔ پھر باہر گئیں اور اس کے لیے پانی لائیں۔گلاس اسے پکڑایا جسے اس نے لبوں سے لگایا اور وہاں سے جانے لگیں۔اس نے فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیا

"کہاں جا رہی ہیں؟"پانی پیتے ہی بولا

"کھانا لینے جا رہی ہوں"وہ فکر مند نظر آ رہی تھیں۔

"اف۔۔امی"اپنے ساتھ بیڈ پر ہاتھ رکھا"بیٹھ جائیں ادھر۔۔کھا لوں گا کھانا بھی۔۔بھوکا نہیں آیا"تھوڑا سا جھکا اور پانی کا گلاس نیچے پاؤں کے پاس رکھا۔

وہ بیٹھ گئیں تو اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا اور لیٹ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی "ان کا ہاتھ پکڑا اور چوما" تین دن کے لیے گیا تھا، اتنا اداس ہو گئی تھیں؟" وہ بڑے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ ہلکا سا مسکرائیں۔

"چالا کو ماسی کہاں ہے؟"

"کون؟" بھنویں بھینچے پوچھا۔

وہ ہنس دیا" سکینہ "

"الو کہیں کا۔۔ ایسے کہتے ہیں بہنوں کو" ایک چپت رسید کی۔

"اچھا۔۔ کہاں ہے ویسے؟"

"پیپر دینے گئی ہے۔۔ گیارہ بجے تک آئے گی"

پھر دونوں ماں بیٹے کی باتیں شروع ہو چکی تھیں۔ سمیرا نے پورے تین دن کا حال کھول کر رکھ دیا۔ امیوں کو کوئی مل نہ جائے سننے والا، ساری داستان زبانی سنائیں گی۔۔ کس نے کب کیا کہا اور میں نے کیا کہا۔ وہ بس مسکراتے ہوئے "ہوں، ہاں، اچھا، اوہ" جیسے جواب دے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ظہر کی نماز پڑھ کر وہ سو گیا۔ پتہ نہیں کیا تھا مگر اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ کمرے میں فرش پر بیٹھیں آسیہ اور سمیرا باتیں کر رہی تھیں۔ دوپہر میں آسیہ، سمیرا سے ملنے آئیں اور اب دونوں مٹر نکالتیں باتیں کر رہی تھیں۔

"لڑکا سرکاری ملازم ہے نا؟" سمیرا مٹر کے دانے نیچے ڈبے میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"ہوں۔۔ سمیع اللہ بھائی کے جاننے والے ہی ہیں کوئی" آسیہ بیگم نے زیادہ سارے مٹر ٹوکری سے نکال کر ہاتھ میں پکڑے اور ان کو درمیان سے انگلی کے ناخن سے چیر کر اندر سے مٹر کے دانے نکالنے لگیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بھلا کیا تاریخ رکھی ہے شادی کی؟"

"یہی کوئی ایک ڈیڑھ ہفتے بعد۔۔"

"ویسے جلدی کر دیا انھوں نے۔۔ ایک دو مہینہ تو دیتے" سمیرا کا شکوہ حق بجانب تھا۔

"ہاں مگر جاننے والے تھے، اللہ کا نام لے کر کر دیں۔۔ اللہ بہتر ہی کرے گا"

"ہوں"۔۔ساری آوازیں بیڈ پر سینے کے بل لیٹے ابراہیم کے کان میں پڑ رہی تھیں۔وہ جاگ گیا اور سیدھا ہو کر لیٹا پھر کروٹ بدل لی۔سکینہ آتے ہی ابراہیم سے ملی اور اب باتیں کرنے میں مصروف تھی،آسیہ واپس جا چکی تھیں۔

"آرام کرنے دے اسے۔۔رات میں کر لینا باتیں۔۔آ جا کھانا کھا لے" باہر سے سمیرا کی آواز پڑی اور پھر کھانا کھاتے ہی حوا کے ساتھ پڑھنے چلے گئی۔

رات کو ہر طرف سناٹا تھا۔عشاء کے بعد کا اندھیرا اور فجر سے پہلے کی گہری خاموشی۔شاید چاند کی تیرھویں چودھویں تھی جو وہ اتنا چمک رہا تھا کہ اس کی روشنی سے کھڑے انسان کا سایہ بن سکتا تھا۔اپنی چھت پر چارپائی بچھائے وہ دونوں بہن بھائی باتیں کرنے میں مگن تھے۔وہ مسکرا کر ہر بات کا جواب دیتی تھی مگر پھر بھی کہیں گم سی تھی،کھوئی ہوئی۔

"اڑ تو نہیں جاؤ گی کسی مضمون میں؟" چارپائی کی ایک طرف بازو کا تکیہ بنائے پائے پر سر ٹکائے ابراہیم لیٹا تھا،چارپائی کی دوسری طرف بیٹھی سکینہ سے باتیں کر رہا تھا۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اس لیے گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"توبہ کریں بھائی!" وہ ذرا سی خفا ہوئی۔

"کیا ہم اچھے دوست نہیں؟" وہ ذرا سا سنجیدہ ہو گیا۔

"ہیں"

"کیا ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپائیں گے؟" جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ وہ بڑا بھائی تھا اور اس نے چھوٹی بہن کی پریشانی بھانپ لی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیا تھا" وہ اس کے سوالوں کے ترنت جواب دے رہی تھی۔

"کیا ہم نے ایک دوسرے کا اعتبار کھو دیا؟"

ناولز کلب
Club of Quality Content!

دونوں ٹانگیں باہم سینے سے لگائے بازوؤں کو ان کے گرد حمائل کیے اس نے اپنے گھٹنوں پر سر ٹکا دیا "اوہ!۔۔ نہیں بھائی!"

"پھر کیا بات ہے۔۔ تم کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے؟" بڑے تحمل سے اپنے سامنے بیٹھی سبز دوپٹے والی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"بھائی!" اس نے تھوک نگلا "اگر ہم کوئی خواب دیکھیں تو کیا وہ خواب دیکھنے کے تین دن بعد پورا ہو جاتا ہے؟"

"یہ تم سے کس نے کہا؟" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"بتائیں نا!"

"خواب تو راز ہوتے ہیں۔۔اللہ بہتر جانتا ہے" شانے اچکائے

"اوہ۔۔"

"بتاؤ۔۔کیا خواب دیکھا تم نے؟"

اسے لگا کہیں دور وہ چمکتی نیلی آنکھوں والا بھیڑیا اسے پھر دیکھ رہا ہے۔اس نے سارا خواب اسے سنایا۔وہ خاموش رہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا آپ کو اس کی تعبیر پتہ ہے بھائی؟"

"نہیں۔۔تمھارا بھائی نجومی نہیں ہے نا اسے خوابوں کی تعبیر آتی ہے۔۔مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ جو ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔۔تم گھبراؤ نہیں۔۔سب ٹھیک ہو گا۔۔اللہ ہے نا!" آخر پہ وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"میں نے حوا کو کچھ نہیں بتایا"

"بتا دیتی تو بھی اس نے کیا ہی کر لینا تھا۔۔ سوائے حیران ہونے یا ڈرنے کے" وہ صرف سوچ رہا تھا، اس نے ایک لمحے کے لیے حوا کا حیران ہوتا ہوا چہرہ خیال کیا۔

"بھائی!" سکینہ کی آواز اسے حال میں لے آئی اور وہ سر جھٹک کر ہلکا سا مسکرایا۔ (یہ مسکراہٹ اگر کبھی دن میں دیکھ لیتی نا وہ تو بتاتی!)

"ہاں۔۔ میں کہہ رہا تھا۔۔" اور پھر ان کی نارمل باتیں شروع۔ انھیں ہنستے مسکراتے اوپر آسمان پر چمکتا چاند اور ستارے دیکھ رہے تھے!

وہاں روشنی تھی، بہت روشنی۔ دوپہر اور صبح کے درمیان کا وقت تھا یا شاید دوپہر اور شام کے بیچ کا وقت۔ ہوا چل رہی تھی۔ ارد گرد ہرے بھرے کھیت تھے۔ برگد کے ایک پیڑ کے نیچے انیس بیس برس کی لڑکی تھی جس کے ساتھ ایک بائیس تیئیس برس کا لڑکا بیٹھا تھا۔ دونوں نے برگد کے پیڑ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ اس لڑکی آنکھیں بالکل شینو جیسی تھیں "ہلکی بھوری" اور بال وہ بھی شینو جیسے تھے مگر اس نے دوپٹہ لیا ہوا تھا جو کہ سر سے ڈھلک کر اس کے شانوں پر پھیلا تھا۔ ایک گھنگریالی مگر چھوٹی سی لٹ اس کے ماتھے پر تھی۔ ساتھ

بیٹھا لڑکا بلکل دھوپ جیسا لگ رہا تھا۔اس کی آنکھیں حوا جیسی تھیں "ہلکی بھوری" اور ناک بھی بالکل اس کے جیسی "تیکھی"۔وہ دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔اس لڑکے کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس پر کڑھائی ہوئی تھی۔بالکل رومال جتنا کپڑا جس پر سرخ دھاگے سے کڑھائی کی گئی تھی اور اس پر ساتھ ساتھ دو نام لکھے تھے۔

"جہاں آرا عبداللہ"

"یہ تم نے خود لکھا ہے؟" وہ اس کپڑے کو ہاتھ میں لیے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ہوں" لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا

"دکھاؤ اپنے ہاتھ؟" اس نے اس کی گود میں پڑے ہاتھ دیکھے جنھیں اس نے دعا کی صورت میں ملا کر اس کے سامنے کیا۔

"ہوں" اس کے ہاتھ دیکھتے وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ کچھ فکر مند ہوئی۔

وہ لڑکا ہنس دیا "میں گرویدہ ہوں تمھارے ہاتھوں کا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ذرا سا شرمائی، اس کی دودھیا گالیں سرخ ہوئیں، ہاتھ دوبارہ گود میں گرا لیے اور اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

"میں کسی سلطنت کا بادشاہ ہوتا نا تو تمھاری ایک ادا پر ایک کنیز آزاد کرتا" وہ محو سا کہے جا رہا تھا اور وہ نظریں جھکائے شرماتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

ایک سفید رنگ کا پھول انھوں نے اس کے بالوں میں لگایا۔ محبت جادو ہوتی ہے۔ سحر ہوتی ہے۔ پتہ نہیں وہ ساحرہ تھی یا خود سحر زدہ تھی۔ اس سحر نے ان دونوں پر برابر اثر کیا تھا اور انھیں زمانے اور وقت کی ہر قید سے آزاد کر دیا تھا۔ حیا تھی، احترام تھا اور یہی محبت تھی۔ وہ کئی کئی دن عبداللہ کا انتظار کرتی تھیں اور وہ کئی کئی راتیں اس کے لیے جاگتے تھے۔ نہیں پتہ تھا کہ کون ساحر ہے اور کون مسحور!

دور کہیں فضا میں ایک آواز گونج رہی تھی۔ اس آواز سے منظر دھندلے ہونے لگے تھے۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

یہ وہی آواز تھی جس نے اس دن حوا کو اس کے خواب سے جگایا تھا۔ معلوم نہیں شاید یہ وہی آواز تھی یا اس جیسی آواز تھی۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

(اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں)

فبای آلائ ربکم تکذبن

(تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک جھٹکا لگا اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ خواب ٹوٹ گیا۔ منظر ڈوب گئے اور جہاں آرا چلی گئیں۔

وہ تیز تیز سانس لے رہے تھے۔ کوئی ابھی بھی سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہا تھا۔۔ شاید پاس ہی۔۔ شاید ان کے آگے یا شاید ساتھ والی چھت پر۔۔ وہ چارپائی پر لیٹے تھے فوراً چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھے تھے۔ ٹانگیں چارپائی سے نیچے اتار دیں اور سر جھکائے آنکھیں بند کیے ہاتھ کی دو انگلیوں سے کنپٹی کو مسلا۔ ساتھ شیخو کی چارپائی خالی تھی۔ آسمان ابھی گہرا نیلا تھا۔ یہ فجر کا

وقت تھا اور لڑکا ابھی بھی اپنی مسحور کن آواز سے تلاوت کیے جا رہا تھا۔ عبداللہ اٹھے اور ساتھ والی چھت پر نظر پڑی جہاں ایک لڑکا ان کی طرف پشت کیے جائے نماز پر بیٹھا سامنے قرآن کھولے سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس لڑکے کو تلاوت عبداللہ نے ہی سکھائی تھی۔ تب ہی وہ بھی اسی آیت پر آ کر رک جاتا اور اسے دو تین بار دہراتا تھا۔ سر پر ٹوپی پہنے ابراہیم قرآن کی تلاوت میں مگن تھا۔ انھوں نے گردن موڑی اور سیڑھیوں کی جانب بڑھے۔ نماز پڑھ کر ابھی ان کے گھر بھی ایک ایسی ہی آواز گونجنی تھی!

شام مغرب کی اذان ہو چکی تھی مگر قیس ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ کیف پریشانی کے عالم میں لاؤنج میں پنڈولم کی طرح ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔ پھر کبھی پچھلی طرف بالکنی میں کھڑا ہو جاتا جہاں چلتا پھرتا بارونق بازار تھا۔

"کہاں رہ گئے ہو؟" ابھی بھی وہ بالکنی پر کھڑا سوچ رہا تھا جب ایک ہلکی سی سیٹی بجنے اور دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اندر آتے ہی اس نے چابیاں دیوار سے لٹکائیں اور بیگ صوفے پر پھینکا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کدھر تھے تم؟"انتہائی سنجیدہ لہجے میں سینے پر بازو باندھے کیف نے پوچھا۔

"وہ۔۔میں۔۔اپنی ساس سے ملنے گیا تھا"انتہائی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولا۔

کیف بس اسے گھورتا رہا۔وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر کمرے میں جانے لگا جب اس نے اس کی کہنی پکڑ کر جھٹکا دیا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے"غصے سے بولا۔کنپٹی پر ایک رگ ابھری۔

"اف۔۔۔ایک تو تم گھر آتے ہی میری عدالت لگا کر بیٹھ جاتے ہو"اور اس کے ہاتھ سے اپنی کہنی چھڑوائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک تھپڑ لگانا۔۔"

"میں ریڈیو سٹیشن گیا تھا"اس نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا؟"ابرو اٹھایا

"میں۔۔ریڈیو۔۔سٹیشن۔۔گیا۔۔تھا"توڑ توڑ کر ایک ایک لفظ بیان کیا۔

"مگر کیوں؟"

اس بات کا جواب دیے بغیر اس نے اپنے کندھے ڈھلکائے اور کمرے کی جانب اشارہ کیا "میری شکل دیکھو۔۔میں کتنا معصوم ہوں۔۔ تمھیں مجھ پہ رحم کیوں نہیں آتا؟"اور پھر سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔

باہر آیا تو کیف کھانا لگا رہا تھا۔پلاؤ کی خوشبو سارے لاؤنج میں پھیلی ہوئی تھی۔پانی کے دو گلاس،ایک جگ،دو پلیٹیں، چمچ،دہی اور ساتھ میں ایک ٹرے جس پر ڈھکن تھا جو کہ ذرا سا ڈھلکا ہوا تھا جس سے کہ اندر پڑے چاول نظر آرہے تھے جن سے ہلکی ہلکی سی بھاپ اٹھ رہی تھی۔وہ کچن میں کھڑا کھیرے کاٹ رہا تھا۔ہاتھ میں تولیہ پکڑے اس نے منہ خشک کیا اور پھر تولیہ بغیر کسی تمیز کے صوفے پر پھینک دیا۔بڑے مزے سے ٹرے میں سے چاول نکال کر پلیٹ میں ڈالے۔کیف باہر آگیا اور کٹا ہوا سلاد میز پر رکھا۔

اب دونوں کھانے میں مصروف تھے۔

"مجھے لگا تھا ٹینڈے یا دال ہو گی۔۔مگر آج تو عید ہو گئی"پلیٹ ہاتھ میں پکڑے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے بڑے مزے سے ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے قیس بولا

"ہوں۔۔لائبریری سے پیسے ملے تھے آج۔۔پھر ہمارا بھی تو اچھے کھانے پر حق ہے نا!"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

" صحیح کہہ رہے ہو۔۔ قسم سے میری تو ذائقے کی حس ہی ختم ہو گئی تھی۔۔ دالیں اور آلو کھا کھا کر۔۔ اف" چاولوں کا ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالا "ہم سے اچھا کھانا تو قیدی کھاتے ہوں گے "اس کی اس بات پر کیف نے اسے گھورا۔

وہ ہنسا "ارے یار! تمھیں لگتا ہے کہ میں ایسا سوچتا ہوں۔۔ مگر میں ایسا نہیں سوچتا۔۔ میں تو آلو اور دال کھا کر بھی بہت خوش ہوں۔۔ تم تو ایسے ہی "اور پھر کندھے اچکا کر پانی کا گلاس پکڑا اور لبوں سے لگایا

"تو پھر تم کیوں گئے تھے ریڈیو سٹیشن؟"اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ چاولوں پلیٹ میں چمچ ہلا رہا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمھارے دماغ میں کوئی چیز آ جائے نا کیف۔۔ تمھیں خواب میں بھی وہی نظر آتی ہے۔۔۔ مجھ سے لکھوالو تم بہت زہریلے بڈھے ہو گے "پلیٹ خالی کر کے اس نے ٹیبل پر رکھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے "وہ سپاٹ لہجے میں بولا

"آہ۔۔۔"ایک سانس خارج کی" تھیڑ میں ایک دوست نے مشورہ دیا تھا۔۔ کہ۔۔ مجھے ریڈیو سٹیشن میں بھی کام کرنا چاہیئے۔۔ میرے بولنے کا انداز اچھا ہے "فخریہ مسکرایا۔ وہ پھر

بھی سپاٹ رہا"اور۔۔انھیں ایک لڑکے کی بھی ضرورت ہے۔۔خوبصورت لڑکے کی۔۔تو میں چلا گیا"

"اچھا۔۔پھر کیا کہا انھوں نے؟"

اب وہ دونوں کھانا ختم کر چکے تھے

"انھیں۔۔آپ کا بھائی۔۔پسند آیا"ذرا آگے کو جھک کر مسکراتے ہوئے بولا اور پھر دوبارہ پیچھے ٹیک لگالی

"مطلب اب تم۔۔"

"ہاں مطلب اب میں ریڈیو سٹیشن بھی جاؤں گا۔۔اور تم مجھے نہیں روکنے والے۔۔کیونکہ۔۔میں۔۔۔نہیں رکنے والا"اور وہ کھڑا ہوا

"ہوں۔۔صحیح۔۔ٹھیک ہے۔۔مگر"اب کہ کیف بھی کھڑا ہوا"آج برتن دھونے کی باری تمھاری ہے سو کوئی بہانہ نہیں سنوں گا میں"اور کہتے ہی کمرے میں چلا گیا۔ٹھک سے دروازہ بند کیا۔

وہ برتن اٹھا کر کچن میں لے جانے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اللہ ایک کیف جیسے بھائی دے دے۔۔پھر پھپھو اور ساس کی کیا ضرورت بھلا، ہوں!"

اس نے سر جھٹکا۔

اس کا دکھ بہت بڑا تھا!

دوپہر کے کوئی بارہ ساڑھے بارہ کا وقت تھا جب وہ لائبریری آئی۔ ہلکے پیلے اور سفید رنگ کی فراک پہنے جو کہ گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تھی، بال اس دن کی طرح جوڑے میں بندھے، نارمل سی لگ رہی تھی۔ایک سیدھی قطار میں چلتے ہوئے آخری والی میز کی طرف آئی اور کرسی نکال کر بیٹھ گئی۔اس میز اور اس جگہ سے اس کی ایک پرانی یاد وابستہ تھی۔

منظر بدلا، لوگ بدلے اور وقت بہت پیچھے چلا گیا۔

اس دن وہ گھر سے اپنی ممی سے جھگڑ کر آئی تھی اور لائبریری میں ٹھیک اسی جگہ بیٹھی تھی جہاں آج وہ بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے سامنے کتابیں پڑی تھیں۔روتی ہوئی بار بار آنسو پونچھتی اور ناک کے ذریعے زکام اندر کھینچتی ہوئی۔

Clubb of Quality Content

اس کی سماعت میں ایک ہلکی سی آواز پڑی۔ایک سرگوشی۔اس نے ارد گرد گردن گھمائی مگر آواز پیچھے سے آرہی تھی۔وہ جس جگہ بیٹھی تھی اس کے پیچھے بک شیلفس تھیں۔اوپر سے نیچے سجی ہوئی کتابیں اور اس ان بک شیلفس کے پیچھے سے کسی لڑکی کی آواز آرہی تھی اور ایک لڑکا مسلسل اسے خاموش کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ہلکی ہلکی سرگوشی۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟"وہ تپی ہوئی تھی۔غصے سے بول رہی تھی مگر آواز بلند نہیں تھی۔

"دیکھو۔۔ہم آرام سے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں"اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا بات کر لیں گے،ہاں"اس کی آواز بلند ہونے لگی تھی کہ اس لڑکے نے اپنے ہونٹوں پر ایک انگلی رکھ کر"شش!"اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"اگر میں یہاں کا لائبریرین نہ ہوتا نا۔۔تو یہ لوگ مجھے اب تک باہر پھینک چکے ہوتے"وہ غصے سے بولا تھا

"میں کیا کروں۔۔بھاڑ میں جاؤ تم!"اور وہ لڑکی شیلفس کے پیچھے سے نکل کر اس میز تک آئی جہاں لیزا بیٹھی تھی۔وہ لڑکی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی اور لیزا نے سرخ ناک اور نم سوجھے پپوٹے والی آنکھیں اوپر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آ۔۔میں یہاں بیٹھی ہوں" اس نے سینے پر بازو باندھے اور بڑے ضبط سے بولی جیسے اس لڑکے کا غصہ اس پر اتار دے گی۔

لیزا اٹھنے ہی والی تھی کہ وہ لڑکا آ گیا۔

لڑکی نے مڑ کر پیچھے لڑکے کو دیکھا اور ایک کینہ توز نگاہ لیزا پر ڈالی اور پھر پیچھے لڑکے کو گھورتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔

لیزا سر جھکائے بیٹھ گئی۔وہ لڑکا بھی چپ کر کے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور سامنے کتاب کھول لی۔

"جو میں کہتی ہوں وہی کرو۔۔ورنہ میں زبردستی بھی کر سکتی ہوں" دور کہیں سے اس کی ممی کی آواز اس کی سماعت میں پڑی اور آنسو پھر سے نکلنے لگے۔

سامنے بیٹھے لڑکے نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ رو رہی تھی۔پھر اس نے سر جھٹکا اور کتاب کی طرف متوجہ ہوا۔

مگر وہ لڑکی بار بار اسے پریشان کر رہی تھی،اس کا دھیان کتاب سے ہٹ رہا تھا۔اس نے اپنی شرٹ کی جیب سے ایک ٹشو نکالا اور اس کے آگے رکھ دیا۔وہ شرمندگی کے مارے لال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہو گئی۔ ٹشو پکڑا اور اٹھی۔ کرسی تھوڑی سی کھینچ کر باہر نکالی اور جانے لگی تھی کہ اس کا پاؤں کرسی کی ٹانگ کے ساتھ اٹکا اور وہ جھٹکا کھا کر گرنے لگی تھی مگر سنبھل گئی۔

سامنے لڑکے نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو لڑکا اسی طرح کتاب پر جھکا تھا۔ "اف!۔۔ آج کا دن ہی برا ہے" اس نے دل ہی دل میں خود کو ملامت کی اور وہاں سے چلی گئی۔ لڑکے کی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا مگر پھر نفی میں سر ہلا کر دوبارہ کتاب پر جھک گیا۔

"لیزا۔۔" ایک جانی پہچانی آواز تھی جو کہ اسے حال میں لائی تھی۔ ماضی کی کھڑکی بند ہوئی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ اس کے دائیں جانب کھڑا تھا۔ مسکراتا ہوا۔

"خیریت۔۔ تم یہاں؟" سامنے موٹی موٹی دو کتابیں رکھتے ہوئے بولا

"ہوں" کہنی میز پر رکھی اور مٹھی بنا کر اس پر تھوڑی رکھی

اور مسکراتے ہوئے بولی "کیوں ڈاکٹر صاحب! کیا ہم جیسے بے ذوق نہیں آ سکتے یہاں؟"

"بے ذوق!" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"پہلی بار بھی یہیں دیکھا تھا تمھیں" تھوڑا آگے جھکا "روتے ہوئے" اس نے سرگوشی کی اور وہ ہنس دی۔

"اور آج بھی سامنے سے آتے ہی تمھیں دیکھ لیا" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا

"شکریہ!" وہ پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"اس وقت فری ہوتے ہو تم؟" سینے پر بازو لپیٹے ابرو اٹھایا

"اونہوں!" نفی میں گردن ہلائی "آج ہو گیا ورنہ شام کو ہوتا ہوں"

"ہوں۔۔اچھا"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کتاب کھول رہا تھا۔لیزا ابھی اٹھی اور ساتھ ہی بک شیلف سے کتاب اٹھا لائی۔سامنے کتاب کھولی مگر توجہ نہیں تھی۔ کبھی ٹانگ ہلاتی کبھی ادھر ادھر دیکھتی۔ویسے تو وہ کتاب پر جھکا تھا مگر کیف اسے نوٹ کر رہا تھا۔

"کچھ کہنا ہے؟" بالآخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

"آ۔۔ہاں۔۔میرا مطلب نہیں" وہ شش و پنج میں مبتلا تھی۔

"ہاں یانا؟"

ایک ٹھنڈی سانس خارج کی "اوکے۔۔مجھے تمھیں کچھ بتانا ہے"

"ہوں۔۔میں سن رہا ہوں "اب وہ پوری طرح متوجہ تھا۔

"وہ۔۔یونیورسٹی میں کچھ گڑبڑ ہے "اس نے نا سمجھی سے لیزا کو دیکھا۔

"مطلب۔۔کچھ لڑکے ہیں۔۔میری کلاس کے اور کچھ۔۔قیس کی کلاس کے "وہ رکی "ان کا آپس میں کچھ مسئلہ چل رہا اور ان کا ایک معمولی سا جھگڑا ہو گیا"

وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا "بہت فساد ہوا۔۔اور۔۔قیس چشم دید گواہ تھا۔۔اس نے ان کے خلاف پرنسپل کے سامنے گواہی دی ہے"

کیف فکر مند ہوا۔"تم قیس سے کہو۔۔ان سے دور رہے۔۔وہ اچھے لڑکے نہیں ہیں"

"ہوں۔۔میں سمجھ گیا ہوں "وہ کافی مایوس تھا۔

"مجھے معلوم ہے تم اس کی بہت فکر کرتے ہو۔۔تم اس کے بھائی ہو۔۔اس لیے میں نے تمھیں بتانا ضروری سمجھا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں!"اس نے سر ہاں میں ہلایا۔پھر ادھر اُدھر کی ایک دو باتیں کیں اور وہ اٹھ کر چلی گئی۔فضا سوگوار ہو گئی تھی۔اس کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

اس نے کتاب بند کر دی اور اٹھ گیا۔وہ قیس کے لیے پریشان تھا

عصر کے قریب قریب آسیہ بیگم کمرے میں بڑے بڑے ٹرنک کھولے بیٹھی تھیں۔اس میں سے کپڑے نکال نکال کر حوا کو دکھا رہی تھیں جو کہ لاپرواہی سے بیڈ پر لیٹی تھی،ٹانگیں بیڈ سے نیچے جھول رہی تھیں۔

"دیکھ لے نا۔۔لال والا پہنے گی یا یہ جامنی؟"وہ اس کے سامنے دو گرارے لے کر آئیں جن کی کرتیوں پر گولڈن موتی لگے تھے اور کڑھائی کا کام بھی ہوا تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔اب وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ پکڑے کھڑی تھیں۔

"اماں۔۔دیکھ لیں نا جو آپ کو اچھا لگے؟"کاہلی سے بولی

"ہاں۔۔اور جو تجھے اچھا نہ لگے"

وہ خاموش رہی۔منہ بسورے لیٹ گئی۔وہ دوبارہ زمین پر پڑے ٹرنک پر جھک گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایک لوگوں کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔۔ماؤں کے ساتھ مل کر بھاگ بھاگ کر کام کرواتی ہیں۔۔یہ کر وہ کر۔۔اور میری نکمی اولاد۔۔پتہ نہیں کب عقل آئے گی؟"ساتھ ساتھ صلواتیں سنا رہی تھیں جس کا ان کی بیڈ پر لیٹی اولاد کو ذرا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"اٹھ۔۔یہ پہن کر دیکھ۔۔کھلا تو نہیں ہے؟"اب اس کے سامنے وہ ایک گلابی رنگ کا لہنگا اور کرتی لیے کھڑی تھیں۔

کچھ لمحوں بعد وہ بدل کر آئی۔گلابی لہنگے پر گولڈن رنگ سے کام ہوا تھا۔آستینیں کہنی سے اوپر تک تھیں۔ابھی وہ آسیہ کے سامنے کھڑی تھی کہ شیخو آ گیا۔

"واہ!کک۔۔کس کی شادی پہ جا رہی ہو؟"صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمھاری!"تیزی سے بولی

اس نے منہ بسورا۔

"چھوٹی امم۔۔می آپ نے بب۔۔بلایا تھا؟"

"ہاں۔۔وہ نا ایک دو دن تک مہمان آنے والے ہیں۔۔سیالکوٹ سے۔۔انھیں لینے جانا ہے تو نے۔۔انھیں راستہ نہیں پتہ نا"اب وہ کپڑے تہہ کرتے ہوئے اسے بات کر رہی تھیں

"کون آرہا ہے؟" دوپٹہ اچھے سے سیٹ کیے وہ اب اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

"خالہ آرہی ہیں تمھاری۔۔اقصیٰ کی شادی ہے نا۔۔ تین دن پہلے خط لکھا تھا۔۔ابھی بس صبح ہی جواب آیا۔۔ تمھارے ابا کہہ رہے تھے شیخو کو بھیج دینا لے آئے گا"

"ہوں" شیخو بس سر ہلا کر رہ گیا۔

حوا ابھی بھی آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ کبھی دائیں مڑتی کبھی بائیں "اچھی لگ رہی ہوں" خود ہی اپنی تعریف کی اور پھر مسکرا دی۔

رات کا کھانا کھا کر کچھ دیر چھت پر ٹہلا اور پھر نیچے آکر اپنے میٹرس پر لیٹ گیا۔ ساتھ ہی کیف کا میٹرس تھا۔ کمرے کی بتی جل رہی تھی کیونکہ کیف ساتھ ہی پڑھ رہا تھا۔ قیس کو عادت تھی وہ اندھیرے میں نہیں سوتا تھا۔۔اسے روشنی میں سونے کی عادت تھی۔۔اسی لیے ساری رات ان کے کمرے کی بتی جلی رہتی۔۔اب بھی وہ سینے کے بل لیٹا سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یونیورسٹی کیسی جارہی ہے تمھاری؟"کاپی پر کچھ لکھتے کیف نے مصروف انداز میں اس سے پوچھا۔

"ہاں۔۔سیدھے راستے جارہی ہے"اسی طرح لیٹے لیٹے بولا

"ہوں۔۔کوئی جھگڑا وغیرہ۔۔"

اس کے بات بیچ میں ہی ٹوک دی"ہاں۔۔وہ لیزا چھپکلی۔۔اس نے دوپہر میں مجھے دیکھ لیا تھا۔۔اتنی اچھی کہاں کہ کچھ پیٹ میں رکھ لے۔۔لگادی ہوگی شکایت تمھیں"لیٹے لیٹے ہی سر جھٹکا۔

ناولز کلب

"ہوں۔۔تو کیا تم اس جھگڑے میں شامل ہو؟"وہ مصروف سا بول رہا تھا

"نہیں یار۔۔بس میں نے دیکھا تھا۔۔اور جو دیکھا تھا وہی بولا"

"تمھارا اندر آنا ضروری تھا کیا؟"اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"ہاں۔۔نہیں۔۔مطلب یار کلاس کا ماحول خراب ہو رہا تھا۔۔میرے سچ سے سب ٹھیک ہو سکتا تھا۔۔مگر مجھے کیا پتہ تھا وہ میرے پیچھے ہی پڑ جائیں گے"اب وہ زمین پر بچھے کارپیٹ پہ انگلی سے کچھ گول گول بنا رہا تھا۔

"کیا؟" وہ چونکا" تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔۔ مطلب؟" کاپی پنسل ادھر ہی چھوڑی اور اس کی طرف دیکھا جو کہ سینے کے بل لیٹا تھا۔اس کی کمر پر نظر پڑی

"کچھ نہیں یار۔۔کچھ نہیں ہوتا" وہ بے زار ہوا تھا

"میں نے کچھ پوچھا ہے" سختی اور زور دے کر بولا

کوئی جواب نہیں آیا۔بلکہ وہ خراٹے لینے لگا۔

"قیس!" آواز ذرا سی بلند ہوئی

"میں سو چکا ہوں۔۔مجھے تنگ نہ کیا جائے"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیف کو غصہ آیا۔اس نے ایک ٹانگ اس کی ٹانگ پر ماری۔وہ ذرا سا ہلا۔

"کل تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گے" وہ اونچی آواز میں بولا

مگر جواب ندارد

وہ اس کے کان کے قریب جھکا" سنا تم نے۔۔کل تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گے"

"میں سو چکا ہوں" وہ ڈھیٹ بنا لیٹا تھا

وہ بس ایک ٹھنڈی سانس خارج کر کے رہ گیا۔

صبح جیسے تیسے ضد کر کے کیف کو منا کر وہ یونیورسٹی چلا گیا مگر کیف پھر بھی بے چین تھا۔ خیر وہ یونیورسٹی کے پاس پہنچا۔ آج وہ پیدل آیا تھا سائیکل ساتھ نہیں تھی۔ ابھی وہ یونیورسٹی کے گیٹ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ایک لڑکا اس کے قریب آیا۔ پتلا سا مونچھوں والا اور اس نے قیس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور اسے موڑ کر دائیں جانب لے گیا۔

"کون ہو بھئی؟" وہ ذرا سا گھبرایا، بھنویں بھینچ گئیں

"گھبراؤ نہیں یار۔۔ دوست ہی ہوں تمھارا" وہ مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب تھا

خطرے کی گھنٹی بجی۔

"دیکھو بھئی۔۔ میں شادی شدہ ہوں۔۔ میری ایک عدد بیوی ہے اور ایک بوڑھی ماں ہے۔۔ میرا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔۔ تم میری بیوی کو کیوں بیوہ کرنا چاہتے ہو؟" اسے علم ہو گیا تھا کہ یہ کل والے لڑکوں میں سے ہی کوئی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک کینہ توز نظر اس نے اپنی بغل میں کھڑے لڑکے پر ڈالی "تمھیں تو آج ہم سسرال پہنچا کر آئیں گے" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

قیس نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو اس کے بازو سے چھڑایا اور آگے بڑھ کر زمین پر پڑا پتھر اٹھالیا۔

"دیکھو۔۔مجھے جانے دو۔۔میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔۔میں نے بس جو دیکھا تھا وہی بتایا" پتھر اٹھائے اس نے وضاحت کی

"تجھے کس نے کہا تھا ان کی حمایت کر۔۔چپ کر جاتا۔۔معاملہ ہمارا اور ان کا تھا۔۔تو بیچ میں کیوں آیا؟" پیچھے سے آواز آئی تو اس نے گردن موڑی۔پتھر ہاتھ میں پکڑا رہ گیا اور پیچھے تین لڑکے اور تھے۔ قیس کا رخ ان کی طرف تھا۔۔ایک لڑکا گھوم کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"مطلب قیس۔۔تو ان لد پڑھ لے" دل سے آواز آئی۔

"دیکھو۔۔میں اچھا لڑکا ہوں۔۔میں نے تم لوگوں کا برا نہیں چاہا۔۔" ابھی وہ وضاحت دے ہی رہا تھا کہ پیچھے سے لڑکے نے اس کی کمر پر زوردار ڈنڈا مارا۔وہ یونیورسٹی کے گیٹ سے ذرا دور تھے

"آہ۔۔" وہ کراہا اور ہاتھ میں پکڑا پتھر زمین پر گر گیا۔ وہ پیچھے مڑا اور اس لڑکے کو دیکھا جس نے اسے ڈنڈا مارا تھا۔ ابھی وہ کچھ اور بولتا ایک لڑکے نے ہاکی پکڑی ہوئی تھی جو کہ اس نے اس کے پیچھے سر پر دے ماری۔ سر سے خون بہنے لگا۔ وہ پھر کراہا تھا۔ سر کی پشت پر ہاتھ رکھا اور پھر جب ہاتھ دیکھا تو اس پر خون لگا تھا۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑا اور دبوچا۔ اسے سب ڈبل ڈبل نظر آ رہا تھا۔۔ جوابی حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ ابھی پیچھے سے اس کی ٹانگ پر ہاکی پڑی اور وہ زمین پر ڈھے گیا۔ دور سے سیکیورٹی گارڈ چلایا اور ان کی طرف بڑھا۔ آتے ہوئے طلبہ نے بھی گارڈ کو بھاگتے اور شور مچاتے دیکھا۔ ان میں ایک لڑکی بھی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کی فراک پہنے، کندھے پر لٹکتا بیگ، بال چھوٹی چوٹی میں بند تھے جس سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے ارد گرد جھول رہی تھیں۔ اس کی پوری آنکھیں کھل گئیں اور وہ حلق کے بل چلائی "قیس!" اور اس کی طرف بھاگی۔

لڑکے بھاگ گئے تھے۔ وہ کمر کے بل زمین پر گرا ہوا تھا۔ خون اب مٹی پر بھی لگ چکا تھا۔ منظر دھندلے ہو رہے تھے۔ آخری بار اس نے اپنے اوپر جھکی اس لڑکی کا چہرہ دیکھا جو اسے مسلسل کچھ کہہ رہی تھی۔۔ آخری بار جو چہرہ اس کے تخیل میں تھا۔۔ جو نام اس کے ذہن میں تھا۔۔ وہ تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیف!

کیف جبران!

ہسپتال کے ٹھنڈے فرش پر کھڑے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ مسلسل ماتھے کو دو انگلیوں سے مسلتا ایمرجنسی روم کے باہر تھا۔لیزا سامنے بنچ پر بیٹھی تھی۔وہ بھی کافی پریشان تھی۔

قیس کو ہسپتال پہنچا کر وہ فوراً کیف کے کالج گئی اور اسے سب بتا کر اپنے ساتھ لے آئی۔

ہسپتال اس کے میڈیکل کالج کے ساتھ ہی تھا سو زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔کمرے سے سفید اوورال پہنے گلے میں سٹیتھوسکوپ لٹکائے ڈاکٹر باہر آیا۔وہ جھٹ سے سیدھا ہوا۔

"وہ کیسا ہے؟" جلدی جلدی ہو چھا۔لیزا بھی کھڑی ہو گئی۔

ڈاکٹر سر ہلا کر اسے کچھ بتا رہا تھا اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔پھر ڈاکٹر نے اس کے کندھے کو تھپکا اور چلا گیا۔

لیزا آگے بڑھی اور پریشان سے کھڑے کیف سے مخاطب ہوئی

Clubb of Quality Content

"وہ ٹھیک ہے اب۔۔ تم پریشان نہ ہو۔۔ابھی اسے دوسرے روم شفٹ کر دیں گے پھر تم مل لینا"اس نے ہاں میں سر ہلایا مگر ابھی تک پریشان تھا۔پھر اسی طرح بنچ پر بیٹھ گیا اور سر جھکا دیا۔

قیس کو دوسرے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔جس وقت اسے ہوش آیا اس وقت اس کے پاس ایک نرس کھڑی تھی جو غالباً اس کی ڈرپ چیک کر رہی تھی۔منظر ذہن میں تازہ ہونے شروع ہوئے تو درد کی ایک ٹیس سر کی پچھلی طرف اٹھی۔اس نے ذرا سی آنکھ کھولی تو منظر دھندلا سا نظر آیا۔اس نے ذرا سی گردن موڑ کر دائیں طرف کھڑی سفید لباس میں ملبوس نرس کو دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آہ۔۔کیا میں جنت میں ہوں؟"

"کیا یہ کوئی حور ہے؟"

(اف رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا)

نرس نے اسے دیکھا تو فوراً سے باہر گئی۔وہ دوائیوں کے زیر اثر تھا سو دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر پہلے کیف آیا مگر اسے سوتا دیکھ کر کچھ دیر کھڑا رہا پھر چلا گیا۔اس وقت شام ڈھلتی جا رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں اندھیرا ہونے والا تھا۔آسمان پر ہلکا ہلکا نارنجی رنگ پھیل چکا تھا۔ کہیں کہیں سرمئی بادل بھی تھے۔سورج ایک گولے کی صورت میں غروب ہوتا جا رہا تھا۔ وہ باہر ٹیبل پر خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا جب لیزا اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو اس نے اس کی طرف بڑھائی۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پی لو۔۔تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔وہ ٹھیک ہے "کیف نے اس کی چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ پھیکا سا مسکرائی اور بوتل آگے بڑھائی۔اس نے بوتل لے لی اور پانی پی لیا۔پھر ساتھ ہی رکھ دی۔اس نے اسے کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا۔بالآخر وہ بولا

"میری جان بچانے کا شکریہ!"

وہ اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ کچھ سوچنے لگی پھر چند ہی لمحے بعد مسکرائی "تم نے بھی تو میری جان بچائی تھی "پھر دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوئی۔وہ اپنے جوتے کو سر جھکائے زمین سے رگڑ رہا تھا۔بالآخر لیزا نے خاموشی توڑ دی۔

Clubb of Quality Content

"تمھیں کچھ اور کہنا ہے تو کہہ سکتے ہو"

وہ چند لمحے خاموش رہا۔ارد گرد لوگ آجا رہے تھے مگر ان کی فکر کسے تھی۔۔شام بھی ڈھل چکی تھی۔۔پرندے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔۔

اس نے ایک سانس خارج کی "ہم میٹرک میں تھے جب امی ابو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔۔ قیس بہت ضدی تھا، شرارتی مگر وہ حساس بھی بہت تھا۔۔میں صرف حساس تھا۔۔ہم دونوں کو ایک دوسرے کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔۔ہم ایک دوسرے کی آنکھیں اور چہرے پڑھ لیتے تھے" وہ متوجہ ہو کر سننے لگی۔

"ایک بار اسے اپنے دوستوں کے ساتھ شاہی قلعہ گھومنے جانا تھا۔تب ہم اس شہر نہیں آئے تھے۔۔لاہور کے قریب ہی رہتے تھے مگر لاہور نہیں رہتے تھے۔۔پہلے تو وہ مانا ہی نہیں۔۔نہ کسی دوست نے اسے منایا۔۔کلاس کا سب سے ذہین بچہ اگر شرارتی بھی ہو نا تو اپنے استاد کا پسندیدہ ہوتا ہے۔۔ قیس بھی اپنے استاد کا پسندیدہ تھا۔۔پرنسپل سے کہہ کر اس کے ٹیچر نے اسے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی۔۔ایک پیسہ نہیں لیا مگر صرف وہی کھانے پینے گھومنے پھرنے۔۔اپنا جیب خرچ جو اسے ساتھ لے کر جانا تھا۔۔ماموں ممانی سے بہت

ڈانٹ کھائی۔۔ایک دوست سے ادھار کوٹ بھی مانگ کر لایا۔۔ تھوڑے بہت پیسے جوڑے تھے وہ ساتھ لیے۔۔اتنے کہ ایک جوس پی سکے اور سموسہ کھا سکے۔۔"کیف قصہ سناتے خود ہی ہنسا"اس رات قیس بہت خوش تھا۔۔اتنا زیادہ کہ مجھے بھی جگا جگا کر باتیں بتاتا تھا کہ یہ کرے گا وہ کرے گا۔۔"پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی

"صبح ہوئی اور ہم سکول گئے۔۔دس گیارہ بجے کے قریب وہ لوگ چلے گئے۔۔شام کو چھے بجے کے قریب وہ گھر آیا اور آتے ہی جوتے پھینکے، کوٹ اتار کر پھینکا اور بیڈ پر الٹا گر کر رونے لگا"ایک خاموشی

لیزا بولی"پھر؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ جن دوستوں کی ساری رات مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا وہ سب پیچھے بیٹھے تھے۔۔اپنے دوستوں کے ساتھ مگر قیس۔۔اس کے لیے پیچھے کوئی جگہ نہ تھی۔۔وہ بس میں آگے بیٹھا تھا ۔۔پھر ساری سیر کے دوران وہ اکیلا اکیلا سا رہا کیونکہ اسے کسی کے پیچھے جانے کی عادت نہیں تھی۔۔وہ اس کی زندگی کا پہلا دن جب اس کا دل ٹوٹا تھا اور وہ بہت رویا تھا۔۔کچھ بھی

ہو جائے، کوئی بھی ہو مگر انسان کا دل اس کے دوست کے ہاتھوں نہیں ٹوٹنا چاہیئے بہت تکلیف ہوتی ہے"

وہ خاموش ہو گیا۔لیزا بھی چپ تھی۔

"پھر کچھ دن وہ چپ چپ سا رہا مگر پھر نارمل ہو گیا۔۔پہلے کی طرح شرارتی" باہر شام گہری جامنی پڑتی جا رہی تھی۔۔لیزا محو سی سن رہی تھی۔

"پھر۔۔۔ایک دن کہنے لگا مجھے نئے جوتے چاہیئے۔۔ماموں کی ان دنوں ترقی ہوئی تھی سو میں نے اور قیس نے انھیں کیسے بھی کر کے منا لیا۔۔نئے جوتے آئے۔۔عید پر نئے کپڑے جو آئے تھے میں نے نہیں پہنے قیس کو دے دیے۔۔میرے لیے میرا سب کچھ وہی تھا اور وہی ہے" اس نے نظر اٹھا کر لیزا کو دیکھا اور مسکرایا۔لیزا بھی مسکرائی "پھر۔۔پھر کیا ہوا؟"

"پھر۔۔کہنے لگا آج ہم جھولے لینے اور کھانے پینے جا رہے ہیں سب دوست۔۔پانچ بجے جائیں گے۔۔وہ لوگ کہہ رہے تھے تم تیار بیٹھنا ہم سب تمھیں لینے آئیں گے۔۔وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح خوش تھا۔۔عید سے بھی زیادہ خوش۔۔اس نے اپنی ساری جمع پونجی ایک بار پھر اکٹھی کی۔۔تھوڑے پیسے میں نے بھی اسے دیے جو اس نے خوشی خوشی لیے۔۔

میں بھی بہت خوش تھا کیونکہ وہ خوش تھا۔۔پھر پانچ بج گئے، چھے بج گئے، قطرہ قطرہ شام ڈھلی اور پھر رات پگھلتی گئی اور پھر صبح کے پانچ بج گئے۔۔کوئی نہیں آیا۔۔سکول جا کر پتہ چلا کہ وہ سب اسے بھول گئے تھے یا جان بوجھ کر نہیں لے کر گئے تھے۔۔ایک دوسرے پر الزام لگایا کہ فلاں نے کہا تھا کہ قیس کو رہنے دو اور ہم نے اس کی بات مانی اور بہت سے بہانے۔۔وہ گھر آیا اور کافی غصے میں تھا۔۔پچھلی بار اس کا دل ٹوٹا تھا تو وہ بہت رویا تھا۔۔اس بار اس ٹوٹے دل سے خون رسنا شروع ہوا تھا اور وہ روتا جاتا اور دیوار پر مکے برساتا جاتا۔۔یہاں تک کہ ہاتھ سے خون بہنے لگا۔۔پوری رات وہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹا رہا اور یہی پوچھتا رہا کہ آخر اس کا کیا قصور ہے۔۔کیا وہ اکیلا رہنے کے لیے بنا ہے۔۔کیا واقعی وہ ایسا ہے کہ کوئی بھی اسے چھوڑ دے۔۔میں اسے کیا بتاتا جب کہ میرے پاس خود جواب نہیں تھا"

اسے دکھ ہوا تھا۔وہ جیسا دکھتا تھا ویسا نہیں تھا۔وہ بہت حساس انسان تھا مگر ایسا لگتا نہیں تھا ۔۔۔انسان ایک ہی وقت میں کتنی جنگیں لڑتا ہے کتنا بدل جاتا ہے اور ہم اسے اسی طرح پرکھتے ہیں جیسا وہ دکھتا ہے۔۔انسان جتنا آسان ہے اتنا ہی پیچیدہ ہے۔۔لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اول اول تو خون رستا رہا مگر پھر جب ہم لاہور آ گئے تو سب ٹھیک ہونے لگا تھا۔زخم بھرنے لگا تھا۔۔وہ پھر بدلنے لگا تھا۔ایک دن مری کی سیر کے لیے جانا تھا۔جیسے تیسے وہ مان گیا مگر پھر وہی ہوا جو ہوتا آیا تھا۔۔اسے وہاں بھی اکیلا کیا گیا۔۔وہ وہاں بھی اکیلا رہا۔۔اس کے دوست کو اور دوست مل گئے۔۔یہ سفر بھی ضائع ہو گیا۔۔اس دن وہ رویا نہیں بلکہ آتے ہی بہت بولنے لگا، ہنسنے لگا، غم چھپانے لگا۔۔پھر ایک دن اس نے مجھے سب بتا دیا۔۔وہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاتا۔۔جلد یا بدیر سب بتا دیتا ہے۔۔اس دن اس کا دل پتھر کا ہو گیا تھا۔۔دوست نامی احساس مر گیا تھا۔۔اس نے کوئی دوست نہیں بنایا۔۔ساری دنیا آپ کو چھوڑ دے تو محسوس نہیں ہوتا کیونکہ دنیا ہے۔۔اس سے ہمیں امیدیں وابستہ نہیں ہوتیں مگر دوست، زبردستی یا مرضی سے، پیار سے یا مار سے۔۔دوست کو چاہیئے کہ وہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھے۔۔کیونکہ دوست کا دیا دکھ صرف دکھ نہیں ہوتا۔۔ناسور ہوتا ہے جو کہ ہر بار دکھنے پر نئی تکلیف دیتا ہے"

"پھر۔۔اس نے دوست نہیں بنائے؟"لیزا بولی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ہوں نا۔۔اس کا خاندان۔۔اس کا بھائی باپ دوست سب کچھ۔۔"کچھ سوچا"ایک لڑکا ہے اس کا ذکر کرتا تھا۔۔ملوایا بھی تھا اس سے۔۔آ۔۔کیا نام تھا اس کا"

پھر کچھ یاد آنے پر بولا"ہاں۔۔براہیم"لیزا ایک دم ہوش میں آئی"ابراہیم"اس نے صرف سوچا کہا نہیں۔

"کہتا تھا اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اور قیس کو سب سے زیادہ اچھے لوگ کھانا کھلانے والے لگتے ہیں۔۔بھوکا کہیں کا"اور آخر میں دونوں ہنس دیے۔اس کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو گیا تھا۔

وہ اب قیس کے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔چلتے ہوئے راہداری میں کیف لیزا سے مخاطب تھا جو کہ اس کے بائیں جانب چل رہی تھی"مجھے سننے کا شکریہ!"

وہ مسکرائی۔"کسی شام تم نے بھی مجھے ایسے ہی سنا تھا"

انسان کے پاس کچھ ہو نہ ہو لیکن ایک ایسا دوست ضرور ہونا چاہیئے جو اسے سن سکے۔۔ صرف سن سکے۔۔کیونکہ زندگی میں بولنے والے، مشورہ دینے والے اور سنانے والے بہت

ہوتے ہیں۔۔ایک سننے والا دوست ہی انسان کی اصل کمائی ہوتا ہے۔۔کیونکہ سننا ہی اصل آرٹ ہے۔

اس وقت وہ دونوں اس کے بیڈ کے ارد گرد کھڑے تھے۔کیف نے دونوں بازو سینے پہ باندھے تھے اور سنجیدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے گردن موڑی تو لیزا اس کے بیڈ کے پاس سے ہٹ کر کمرے میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے یار۔۔ایسے لگ رہا ہے جیسے دو فرشتے آ گئے ہوں میرے حساب کے لیے" باری باری ان دونوں کو دیکھا تو بول پڑا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سر پر پٹی بندھی تھی۔باقی اور تو کوئی چوٹ نہیں تھی بس دائیں ٹانگ جہاں اس نے ہاکی ماری تھی اسے اٹھاتے وقت ذرا سی تکلیف ہوتی تھی۔

کیف اس کی لاپرواہی پر اور تپ گیا اور آگے بڑھ کر ایک تھپڑ اس کے بائیں گال پر رسید کیا۔

"آہ" وہ کراہ کر رہ گیا۔

پھر ڈھیٹوں کی طرح اس نے اپنی زبان کی نوک موڑ کر اوپر والی دائیں داڑھ پر لگائی "کتنا بھاری ہاتھ ہے تمھارا۔۔دانت ہلنے لگ گیا ہے میرا" وہ خفا ہوا۔

"بکواس کی تھی نا میں نے کہ ان لفنگوں سے دور رہو۔۔نہ جاؤ یونیورسٹی۔۔لیکن میری یہاں سنتا کون ہے" وہ دہاڑا تھا بلند آواز میں۔

قیس ہکا بکا سا اسے دیکھ رہا تھا۔بائیں طرف بیٹھی لیزا کو دیکھا

"بڑا خوش ہو رہی ہو گی چھپکلی کہیں کی۔۔ہوں!" جبکہ وہ تو خاموش سنجیدہ سی بیٹھی تھی۔

"اچھا یار۔۔معاف کر دو۔۔اب دور رہوں گا ان سے"

"اب تم مجھے بتاؤ گے۔۔ہوا کیا تھا" وہ اس کے قریب آیا

"وہ۔۔آ۔۔ان کی بہن لے کر بھاگ گیا تھا میں" وہ مسکرایا

ایک تو سیدھے سوال کے الٹے جواب!

اس نے ہاتھ اوپر اٹھایا اور دانت جمائے بولا "قیس۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا "اوکے۔۔بتاتا ہوں۔۔وہ۔۔دراصل ہماری کلاس میں ایک منسٹر یا پتہ نہیں کوئی سیاسی جماعت کے لیڈر کا بھتیجا پڑھتا تھا۔۔اس کا جھگڑا ہو گیا تھا۔۔لیزے کی کلاس کے لڑکوں سے۔۔کوئی شرط تھی جو وہ جیتا تھا اور وہ لڑکے ہارے تھے۔۔بدلے میں انھوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا اور گالیاں بھی دیں۔۔"

"اور ان سب میں تم کہاں تھے؟" اس نے بیچ میں ٹوکا

"ظاہر ہے۔۔میں نہیں تھا۔۔یہ سارا واقعہ تو کلاس میں جا کر پتہ چلا تھا"

"پھر؟"

"پھر کیا۔۔وہ امیر باپ کی بگڑی اولاد گاڑی پر آتا تھا جس کے سارے شیشے ان لڑکوں نے توڑ دیے بدلے میں تھوڑا بہت مارا بھی اس لڑکے کو۔۔جتنا کہ مجھے مارا ہے (ٹانگ اٹھائی تو درد محسوس ہوا)۔۔میں نے۔۔دیکھ لیا تھا۔۔ان لڑکوں کو"

کیف نے ایک ترحم بھری نظر اس پر ڈالی

"پھر جب اگلے دن وہاں ان لڑکوں کو پیش کیا گیا اور وہ امیر زادہ اپنے چاچا کو اٹھا لایا تو حساب کتاب شروع کیا گیا۔۔لڑکوں سے پوچھ گچھ ہوئی تو۔۔میں نے بھی گواہی دے دی کہ ہاں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھئی ان لڑکوں نے زیادتی کی۔۔ان کا قصور ہے۔۔وہ امیر زادہ تو معصوم ہے۔۔پھر انھیں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔۔میں نے اس کی توقع نہیں کی تھی۔۔میں نے کہا کہ چھوٹا موٹا مسئلہ ہے حل ہو جائے گا مگر۔۔۔یہ حل ہوا ہے "اپنے سر پر لگی پٹی کو چھوا اور پھر سر جھٹکا۔

بڑے ضبط کے ساتھ بولا "قیس۔۔ تمھیں کیا ضرورت تھی پرائی آگ میں کودنے کی۔۔اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو؟"

وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ماں کی طرح سمجھاتا ہوا (باپ کی طرح ہوتا تو دو چار اور لگاتا)

"نہیں ہوتا مجھے کچھ۔۔بہت ڈھیٹ ہوں میں "کندھے اچکائے۔

وہ بس سانس لے کر رہ گیا۔اسے سمجھنا اور سمجھانا دونوں ہی مشکل تھا!

وہ دونوں اپنے گھر چلے گئے تو لیزا بھی گھر آ گئی۔اندر آتے ہی ملازمہ کو آواز دی

"بیلا۔۔۔میرے کمرے میں چائے پہنچا دینا"

اور خود سیڑھیوں پر چڑھتی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔آج وہ کافی تھک گئی تھی۔آ کر نہائی، کپڑے بدلے اور پھر بیڈ پر لیٹ گئی۔موٹا نرم سرہانہ اپنی ٹھوڑی تلے رکھے سینے کے بل

بیڈ پر لیٹے وہ سوچ میں گم تھی۔ پھر سیدھی ہو کر لیٹ گئی اور چھت کو گھورنے لگی۔ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور بیلا اندر آئی۔ سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ رکھا جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔ پھر ہاتھ باندھے مؤدب سا بولی

"وہ۔۔ صوفیہ میڈم۔۔ آپ کو بلا رہی تھیں" دھیما لہجہ۔

"ان سے کہو لیزا سو گئی ہے" بے زاری سے بولی۔

اور وہ سر ہاں میں ہلا کر چلی گئی۔ کافی دیر چھت کو گھورتے رہنے کے بعد اسے کمرے سے وحشت سی ہونے لگی تھی۔ وہ اٹھی، چائے کا کپ پکڑا اور باہر ٹیرس میں چلی گئی۔ باہر ایک چھوٹی میز تھی جس کے گرد دو کرسیاں تھیں۔ یہاں کبھی وہ اور اس کے ڈیڈی بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کیا کرتے تھے۔ یہاں سے باہر نظر پڑتی تھی۔ وہ باہر گلی کو دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں مگن تھی۔ چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"مجھے سننے کا شکریہ" یہ جملہ کبھی اس نے کیف کو بولا تھا جو آج کیف نے اسے بول دیا۔ زندگی اور وقت بہت عجیب چیزیں ہیں۔ پلٹ پلٹ کر ایک سے دوسرے انسان تک منتقل

ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ انسان میچور ہو جاتا ہے۔جو کبھی کل اس پر وقت تھا آج کیف پر آیا تھا

منظر بدلا،لوگ بدلے اور وقت بہت پیچھے چلا گیا

وہ اپنی ماں کے کمرے میں تھی۔وہیل چیئر پر بیٹھی ایک انگریزی نقوش والی عورت اور سامنے ایک چھوٹے بالوں والی بوڑھی عورت۔لیزا تب بھی ایسی ہی تھی دبلی،پتلی مگر چھوٹے بالوں والی اور پریشان۔

"ممی میں آپ کو ہزار بار بتا چکی ہوں۔۔میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی اور آپ۔۔"وہ سامنے کھڑی رو رہی تھی چلا رہی تھی۔

وہیل چیئر پر بیٹھی عورت نے ہاتھ سے دائیں بائیں لگے پہیے ہلائے اور ذرا سا اس کے قریب آئی "تمھارا باپ کوئی وارث نہیں چھوڑ کر گیا لیزا۔۔ہم بے سہارا ہیں ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے"وہ سمجھانے کے انداز میں بول رہی تھیں مگر بلند آواز میں

"میرے ڈیڈی کا نام بھی مت لیں آپ۔۔آپ کی وجہ سے سب ہوا ہے۔۔میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی"وہ چیخی تھی۔

"لیزا" بوڑھی خاتون کھڑی ہوئیں اور ڈانٹنے کے سے انداز میں بولیں "تمھاری ماں اور میں پاگل نہیں ہیں"

اس نے ان کی بات کاٹی "مگر میں پاگل ہوں اور آپ کو پتہ ہے پاگل کیا کرتے ہیں۔۔"

ارد گرد گردن موڑی نظر دوڑائی اور پلنگ کے ساتھ پڑی پلیٹ میں سیب کے ساتھ چھری پڑی تھی، اٹھالائی۔۔اپنا بازو آگے کیا اور کلائی پر چھری رکھی "پاگل لوگ خود بھی مرتے ہیں اور دوسروں کو بھی مار دیتے ہیں" آنکھیں اب سرخ ہو چکی تھیں۔۔

"اگر کسی نے۔۔آئندہ۔۔اس جانور کا نام لیا نا۔۔تو خدا کی قسم۔۔میں خود کو ختم کر لوں گی" اور چھری زمین پر پٹخ کر زور سے دروازہ بند کیا اور چلی گئی۔ گرینی سر نفی میں ہلا کر رہ گئیں۔

صوفیہ شدید غصے میں تھیں مگر اسے روک نہیں سکتی تھیں کیونکہ چلنے کی طاقت نہیں تھی

"باپ پر گئی ہے۔۔ٹیڑھی پسلی، ہوں!" اور سر جھٹکا۔

جس وقت وہ گھر سے نکلی مغرب ہو چکی تھی۔آسمان جامنی پڑتا جا رہا تھا۔سیاہی مائل جامنی! نہ کوئی پیسہ تھا نہ کوئی سہارا۔۔غصے میں ایسے ہی گھر سے نکل آئی تھی۔۔چلتے چلتے ریلوے

اسٹیشن کب آیا نہیں پتہ چلا۔۔بتیاں روشن تھیں مگر رش اتنا زیادہ نہیں تھا۔۔جس وقت وہ نکلی تھی اس وقت گالوں پر آنسو پھسل رہے تھے مگر اب تو وہ بھی سوکھ چکے تھے۔۔

"ڈیڈی۔۔مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔۔کم از کم ان حیوانوں کے ساتھ نہ رہنا پڑتا"اور وہ ریل کی پٹری پر کھڑی تھی۔ایسے جیسے ریل کا انتظار کر رہی ہو کہ وہ کب آئے اسے کچل ڈالے۔۔خاموش سی سامنے کسی غیر مرئی نکتے کو تکتے ہوئے۔۔۔رات کا اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا

"بی بی۔۔ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ ہے"ساتھ سے گزرتے کسی جوان نے اس سے اونچی آواز میں کہا۔اس نے گردن موڑی اور خاموشی سے اسے دیکھنے لگی

وہ نوجوان چلتا ہوا قریب آیا"دیکھیں۔۔آپ خودکشی کرنے آئی ہیں۔۔شوق سے کریں۔۔مگر ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ ہے۔۔آپ وہاں(دائیں جانب اشارہ کیا جہاں بنچ پڑے تھے)بیٹھ جائیں۔۔انتظار کر لیں ٹرین کا۔۔ہو سکتا ہے آپ کا ارادہ بدل جائے"وہ بہت پر سکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ جو بھی ہیں۔۔ چلیں جائیں یہاں سے۔۔۔مجھے آج کوئی بھی نہیں روک سکتا" اونچی آواز میں گلا پھاڑ کر بولی

"دیکھیں۔۔" دور سے ٹرین کے آنے کی آواز آئی۔۔روشنی گہری روشنی۔۔ چمکدار روشنی جو کہ ان دونوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔وہ نوجوان اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس کی پیٹھ ٹرین کی طرف تھی۔۔اس وقت اس سے بات کرنا فضول تھا۔۔نوجوان نے ٹرین کے آنے کی آواز سنی جو کہ بہت قریب آرہی تھی۔۔لیزا کا دل دھڑکا۔۔اتنا تیز کہ سینے کی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے۔۔وہ کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔۔ایک دم کسی نے اس کی کہنی تھامی اور ایک جھٹکے سے اس کو لے کر دائیں جانب مڑ گیا۔اس نے جھٹکا کھایا۔۔ گرنے لگی تھی مگر سنبھل گئی۔۔نوجوان بھی سنبھل گیا۔۔ٹرین گزر گئی۔۔

وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی اور غصے سے نوجوان کو گردن اٹھا کر دیکھا "روکا کیوں مجھے۔۔ کیوں جھوٹ بولا تم نے؟" وہاں لوگ کم تھے مگر لوگ تھے۔۔ کسی نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔ کسی نے دیکھ کر کچھ کہا اور کچھ صرف گردن موڑ کر دیکھ کر منہ میں بڑبڑا کر رہ گئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر تم مر جاتی نا۔۔تو کل کو تم نے میرا گریبان پکڑنا تھا اور اسی طرح کہنا تھا" وہ بھی اسی طرح چلایا "روکا کیوں نہیں مجھے؟ جھوٹ کیوں نہیں بولا تھا" وہ خاموش ہو گئی۔

وہ بھی اس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا۔دیوار سے ٹیک لگائے دونوں گھٹنے سینے سے لگائے بازوان کے گرد حمائل کیے وہ رو رہی تھی جب اس کی آواز سماعت میں پڑی "تم ہر وقت روتی ہی رہتی ہو"

رونے کی آواز بند ہوئی اس نے گردن اٹھائی تو اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور گالوں پر بہت سے آنسو۔۔اس نے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو اور کیا کروں؟"

"اپنے ارد گرد دیکھو۔۔کتنے لوگ ہیں۔۔اور دنیا میں اس سے بھی زیادہ لوگ ہیں۔۔سب کے مسئلے ہوتے ہیں۔یہاں سب پریشان ہیں مگر کوئی تمھاری طرح یوں کھڑا ہو کر مرتا نہیں ہے۔۔رونا مسئلوں کا حل نہیں ہے۔۔مرنا مسئلوں سے نجات نہیں ہے"

"تو پھر کیا ہے مسئلوں کا حل؟" ہوا سے آنسو خشک ہونے لگے تھے۔

"زندگی!"

"تمھیں نہیں پتہ میرے مسئلوں کا۔۔زندگی ہی تو عذاب ہے "اس کی آواز پھر سے رندھ گئی،وہ رو دینے کو تھی

"کیا ہیں تمھارے مسئلے ؟"بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"میرے ڈیڈی نہیں ہیں۔۔کچھ عرصہ پہلے وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔ میرے ڈیڈی نے اپنے ایک اچھے اور برے وقت کے اچھے دوست کے ساتھ مل کر ایک ہوٹل خریدا تھا۔آج ڈیڈی کے دوست وہ ہوٹل چلا رہے ہیں اور آدھے پیسے مجھے بھی مل رہے ہیں مگر میری ممی۔۔"ایک لمحے کا توقف "نفرت ہے مجھے ان سے۔۔ان کے بھائی پیچھے پڑے ہیں ہمارے۔۔ڈیڈی نے گھر بھی میرے نام کر دیا تھا۔اسی بات کا ممی کو سب سے زیادہ دکھ ہے۔انھوں نے اپنے حیوان نما بھتیجے سے میری بات پکی کروا دی تاکہ گھر اور ہوٹل دونوں ان کے قبضے میں آسکیں۔وہ جانور زبان سے کم اور ہاتھوں سے زیادہ بات کرتا ہے۔میں منع کر چکی ہوں کہ مر جاؤں گی مگر اس سے شادی نہیں کروں گی۔اس لیے ایک ہی بار مرنا بہتر ہے روز روز کی موت سے"

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس لڑکے سے کیوں کہہ رہی تھی یہ سب مگر کہہ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس لڑکے نے سانس خارج کی "تو تم چاہتی ہو کہ مر جاؤ۔اپنی کرسی خالی کر جاؤ تاکہ بعد میں وہ لوگ آئیں اور تمھاری چیزیں لے جائیں"

وہ خاموش رہی

"ایسا نہیں ہوتا لیزا" اپنا نام اس کے منہ سے سننے پر چونکی "زندگی میں سب کے لیے ایک جیسی نہیں ہوتی۔۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ جینا ہی چھوڑ دو، لڑنا سیکھو۔۔ تمھارے ڈیڈی تمھارے لیے سب چھوڑ کر گئے۔ تم ملکہ ہو اور ملکہ اپنی ریاست بچانے کے لیے آخری دم تک لڑتی ہے۔۔ تمھاری ممی تمھاری بات نہیں مانتیں تو ٹھیک ہے تم ان سے بات منوالو۔ وہ لڑکا تمھارا پیچھا نہیں چھوڑتا تو کوئی بات نہیں۔۔ وہ اگر گیڈر بنتا ہے تمھارے آگے تو تم کیوں ہرن بنتی ہو۔اپنے حق کے لیے لڑنا سیکھو۔۔ زندگی بہادروں کا استقبال کرتی ہے اور بزدلوں کو خود ہی تھکا تھکا کر مار ڈالتی ہے" تھوڑا بہت اثر ہوا تھا اس پر

"میری نہ ماں ہے نہ باپ۔۔ میں بھی کبھی تمھاری طرح سوچتا تھا مگر۔۔ میرے پاس جینے کی وجہ ہے۔۔ تمھارے پاس بھی جینے کی وجہ ہونی چاہیئے۔۔ اگر نہیں ہے تو کوئی بات نہیں

وجہ بنالو" وہ خاموشی سے محو سی سن رہی تھی۔اسے یاد آگیا تھا یہ وہی لڑکا تھا جسے اس دن اس نے لائبریری میں دیکھا تھا۔

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا اور دور کہیں اشارہ کیا جہاں ایک لڑکا ہو بہو اس کے جیسا کسی لڑکے کے ساتھ کھڑا مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔

"وہ۔۔لڑکا دیکھ رہی ہو۔۔وہ میرا بھائی ہے۔۔لوگوں کو بے وقوف بنا بنا کر پیسے بٹور رہا ہے" وہ ہنس دیا۔لیزا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"میں اس کے لیے جیتا ہوں اور وہ میرے لیے"

"مگر۔۔میرے پاس ایسا کوئی نہیں ہے" اب وہ رو نہیں رہی تھی

"تو تم اپنے لیے جی لو۔۔" سیدھا سا جواب تھا "خود سے محبت ایک آرٹ ہے اور ہر شخص آرٹسٹ نہیں ہوتا"

پھر کچھ لمحوں بعد وہ کھڑی ہوئی "میری جان بچانے کا شکریہ!" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر شکریہ وصول کیا۔

"میرا ایک مشورہ ہے۔۔آئندہ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔۔ہر کوئی کیف نہیں ہوتا(پھر دوبارہ اپنے بھائی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی بھی خوش گپیوں میں مصروف تھا)کچھ قیس بھی ہوتے ہیں"اور دونوں ہنس دیے

"اگر کبھی آپ کا دوبارہ خودکشی کرنے کا دل کرے تو اسی لائبریری میں آجایئے گا جہاں آپ پہلی بار گرتے گرتے بچیں تھیں۔۔میں وہاں کا لائبریرین ہوں۔۔صبح کے وقت کبھی کبھی مگر شام میں روزانہ وہیں ہوتا ہوں"

لیزا کو کچھ یاد آیا"آپ کو میرا نام کیسے پتہ تھا"

اس نے سر کے پیچھے کھجایا"وہ۔۔آ۔۔اس دن آپ کو ٹشو دیتے وقت غلطی سے آپ کی نوٹ بک پر نظر پڑی تھی۔۔نام لکھا تھا اس پر آپ کا"

وہ بس مسکرادی"کوئی بات نہیں۔۔اتنی غلطی تو بنتی ہے"

اس کا بوجھ کافی ہلکا ہو چکا تھا۔وہ بس مسکرائی اور پھر چل دی!

یہ لیزا اور کیف کی پہلی ملاقات تھی۔اپنے تخیل سے باہر آئی اور سر جھٹکا۔چائے کا کپ لبوں سے لگایا مگر چائے یخ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔اب اس چائے کو کون پیے جسے ماضی کی یادیں ٹھنڈا کر دیں!

دوپہر کا وقت تھا۔باہر بہت زیادہ دھوپ تھی اس لیے سب بچے گھر ہی تھے سوائے حوا اور سکینہ کے۔۔جن کے آخری دو ہرچے رہ گئے تھے۔۔جن میں سے ایک آج وہ دینے گئی تھیں۔اپنے کمرے میں کھڑکی پر سے پردہ ہٹائے، کرسی پر بیٹھے، میز پر بازو رکھے وہ کسی کاغذ پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔پنسل تیزی سے کاغذ پر چل رہی تھی۔دفعتاً سمیرا کمرے میں داخل ہوئیں۔

"ابراہیم!" وہ اس کی کرسی کے پیچھے آ کھڑی ہوئیں

"جی!" اس نے گردن اٹھائی۔

"بیٹے، وہ سفید شاپر نہیں مل رہا۔۔تمھارے کپڑے تھے۔۔میں نے سوچا تھا کہ شادی ہے نئے بنوالوں۔۔پتہ نہیں میں نے رکھ دیا ہے کہیں۔۔یاد نہیں آ رہا" وہ کچھ فکر مند تھیں۔

Clubb of Quality Content

"امی" وہ پیچھے مڑا اور تھوڑی سی گردن موڑی۔ پچھلی دیوار کے ساتھ لگے ٹرنک کو دیکھا "ٹرنک میں دیکھ لیں۔۔اس میں نہ رکھ دیا ہو" پھر گردن اٹھا کر پاس کھڑیں سمیرا کو دیکھا "ہوں" اور پھر پچھلی دیوار کی طرف آ گئیں اور اوپر رکھی چادر ہٹائی اور ٹرنک کھولا۔اندر بہت سا سامان تھا۔۔وہ کپڑے ڈھونڈنے لگیں اور وہ پھر سے لکھنے لگا۔ایک سفید شاپر کھولا اور اس میں جھانکا۔۔کپڑے مل گئے۔۔

"یہ دیکھو۔۔یہاں پڑے تھے۔۔میں بھی نا۔۔آج ہی جاتی ہوں درزی کے پاس" پھر ارد گرد بکھرے کپڑے اس میں ڈالنے لگیں۔سارا سامان سمیٹ کر باہر چلی گئیں۔اس نے اپنا کام مکمل کیا، کاغذ کو تہہ کر کے ایک لفافے میں ڈالا اور اس پر ایک کتاب رکھ کر اٹھ گیا۔ باہر جانے لگا تھا کہ ٹرنک کے پاس نیچے گری کوئی چیز تھی جو اس کی آنکھ میں کھٹکی۔۔شاید سمیرا سے گر گئی ہو اور ٹرنک بند کرتے وقت ڈالنا بھول گئیں ہوں۔۔خیر وہ جھکا اور اس چیز کو اٹھایا۔وہ ایک ٹوپی تھی۔بھورے رنگ کی "فلیٹ کیپ"۔۔یہ کسی زمانے میں اسے سر سٹیفورڈ نے دی تھی۔اس نے اسے پکڑا اور مسکرا دیا۔آہ! ماضی کی بھٹکی ہوئی یاد۔۔۔

منظر بدلا، لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔۔

اس وقت جنوری چل رہا تھا اور سردی بہت زیادہ تھی۔۔کسی اہم موضوع پر اسمبلی تھی شاید کوئی اہم اعلان کرنا تھا۔۔خیر! اسمبلی کا آغاز ہوا۔۔تلاوت کے لیے بچے کو بلایا گیا لیکن وہ نہیں تھا۔۔وہ آج چھٹی پر تھا۔۔ایک داڑھی والے استاد نے ابراہیم کو اشارہ کیا جو کہ قطار میں دوسرے نمبر پر کھڑا تھا۔۔سردی تھی مگر ابھی دھند نہ تھی۔۔وہ جھجکا پھر کہیں کسی زمانے میں عبداللہ کی کہی ہوئی ایک بات اسکی سماعت میں ٹکرائی

"تم چاہ بھی نہیں سکتے، اگر اللہ نہ چاہے"

اپنی قطار میں سے باہر آیا اور اس اونچی جگہ جانے لگا جہاں کھڑے ہو کر آج اسے تلاوت کرنی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر ایک اور بات سماعت سے ٹکرائی

"اس نے تمھیں چن لیا۔۔اتنے لوگوں میں سے" یہ بات وہ اکثر کہا کرتے تھے جب بھی قرآن شروع کرتے تھے۔

سیڑھیاں چڑھا اور اوپر اس اونچی جگہ پہنچ گیا۔اس کی نظر ایک ہجوم پر پڑی۔۔مائیک کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔

"اف۔۔اتنے سارے لوگ ہیں" وہ ذرا سا پریشان تھا مگر لمحے سرک رہے تھے "میں گھبرا جاؤں گا۔۔شاید بھول بھی جاؤں"

آخری بات جو اس نے خود سے خود کو کہتے سنا "اللہ تھام لینا"

اور اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اب وہ عبداللہ کے سامنے مسجد میں بیٹھا تھا۔پہلے عبداللہ نے سورہ الرحمن کی پہلی پانچ آیات پڑھیں پھر اس نے۔۔سورہ الرحمن عبداللہ کی پسندیدہ سورت کی۔۔وہ کہتے تھے جنت کا ذکر اس کا تخیل انھیں اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔۔

اب وہ سات آٹھ سال کا چھوٹا لڑکا ان کی طرح تلاوت کر رہا تھا۔۔پانچ آیات پڑھ کر رک گیا۔۔پھر عبداللہ نے اشارہ کیا تو اس نے انگلی رکھ کر ساری سورہ پڑھ لی۔۔وہاں سکون تھا۔۔نور تھا جو اسے گرویدہ بنا لیتا تھا۔۔وہ مسکرایا عبداللہ بھی مسکرا دیے

مگر آج وقت کم تھا اس نے آدھی سورت پڑھی اور "صدق اللہ العظیم" کہہ کر نیچے اتر آیا۔۔نہ کوئی آیت بھولی نہ وہ گھبرایا۔۔ہر طرف خاموشی تھی۔۔اتنی خاموشی کہ جب وہ واپس آ رہا تھا تو اسے اپنے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔۔پھر ایک استانی آئی اور پھر پرنسپل اور جو اہم اعلان ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔

آدھے گھنٹے کی اسمبلی اور پھر سب اپنی اپنی جماعت میں چلے گئے۔۔ گیارہ بجے کے قریب دھند بڑھنے لگی تھی۔۔ سانس بھی لیتے تو منہ اور ناک سے بھاپ نکلتی۔۔ چھٹی کا وقت قریب تھا، سر سٹیفورڈ نے اسے اپنے پاس بلایا اور رک کر انتظار کرنے کو کہا اسی درخت کے نیچے جہاں کبھی لیزا بیٹھی تھی۔۔ چھٹی ہوئی اور وہ وہاں بیٹھ گیا۔ سرخ ناک، پلکیں نم، ہاتھوں کو آپس میں رگڑ رہا تھا۔ کبھی کبھی پہنے ہوئے کوٹ میں ہاتھ ڈال لیتا۔۔ سامنے سے سیڑھیاں اترتے سر سٹیفورڈ آرہے تھے۔۔ نظر پڑی تو دونوں مسکرا دیے۔۔

وہ اس کے پاس آکر بیٹھے

"گرمی تو نہیں لگ رہی؟" اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے جیسے بہت اچھے دوست ہوں

"بہت!" اس کے منہ سے بھاپ نکلی تھی

وہ مسکرا دیے۔

"آ۔۔ تمھیں کچھ کہنا ہے" انھوں نے اپنی بات شروع کی

"میں سن رہا ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اتنی اچھی تلاوت کہاں سے سیکھی؟" آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"میرے چچا نے سکھائی ہے۔۔وہ مجھ سے بھی اچھی تلاوت کرتے ہیں۔۔جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو لگتا ہے انسان اس دنیا کا ہے ہی نہیں۔۔ہوا میں کہیں ہلکا سا ہو کر اڑ رہا ہے" وہ مسکراتے ہوئے عبداللہ کی تعریف کر رہا تھا

"ہوں۔۔مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا ہے آج۔۔کیا میں تم سے ایک بار پھر سن سکتا ہوں؟" وہ سنجیدہ تھے

وہ حیران ہوا۔آنکھیں کھل گئیں۔پھر مسکرایا۔سردی میں بھی گال لال ہوئے

"نہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے"

وہ مسکرائے اور اس کا گال کھینچا۔وہ کراہ کر رہ گیا۔

پھر کھڑے ہوئے "ٹھیک ہے! میں صبح فجر پہ تمھارے ساتھ ہوں گا۔۔تمھارے گھر۔۔خود آ کر سنوں گا" وہ آمنے سامنے کھڑے تھے

"نہیں نہیں۔۔میں فجر کے وقت گھر نہیں ہوتا۔۔دادا کے ساتھ مسجد ہوتا ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ" ماتھے پر لکیریں ابھریں "اتنا چھوٹا بچہ اتنی سردی میں صبح صبح مسجد تک جاتا ہے۔۔ ٹھنڈ نہیں لگتی؟" ابرو اٹھایا

منہ بسورا "میں کوئی بچہ نہیں ہوں" اور ان کے ذرا سا قریب ہوا۔ کندھے سے ذرا سا نیچے تک آتا تھا۔ ان کے کان میں سرگوشی کی "اور میرا خون بہت گرم ہے" وہ ہنس دیے۔۔ وہ بھی مسکرایا

اب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔ وہ انھیں اس مسجد کا پتہ بتا رہا تھا جہاں وہ صبح جاتا تھا ۔۔ گھر سے چند قدم فاصلے پر ہی تھی۔۔ زیادہ دور نہیں تھی۔ وہ پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے۔ اس نے سائیکل نکالا اور اس کے ہینڈل پکڑے کھڑا ہو گیا۔

انھوں نے اپنے سر سے بھورے رنگ کی "فلیٹ کیپ" اتاری اور اس کے سر پر رکھی۔۔ اس نے آنکھیں اوپر اٹھائیں ٹوپی کو دیکھا (وہی بھوری ٹوپی جو آج اس کے ہاتھ میں تھی)

"میری طرف سے تحفہ۔۔ لٹل ابراہیم!" پھر خود ہی مسکرا دیے۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی (منہ سے دھند کے باعث بھاپ نکلی)

"پتہ نہیں میں بڑا کب ہوں گا!" اس نے کندھے ڈھلکا دیے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آخری باران سے ہاتھ ملایا اور پھر سائیکل پر بیٹھ کر چل دیا۔ سر سٹیفورڈ پیچھے کھڑے دیکھتے رہے، وہ دھند میں غائب ہو گیا۔

اسے دل بھر آیا تھا۔ کتنا اچھا وقت تھا ان کے ساتھ۔۔ کبھی کسی وقت وہ یہی ٹوپی پکڑے بہت خوش تھا اور آج یہی ٹوپی پکڑے اداس۔۔ اچھی یادیں بھی آنسو دیتی ہیں!

اس نے ٹرنک کھولا اور ٹوپی دوبارہ اندر رکھی۔۔ اندر اور بھی کافی سامان تھا۔۔ ایک طرف بھورے رنگ کا فوجی لباس اور اس کے نیچے رکھے بھورے موٹے فوجیوں والے بوٹ تھے۔۔ اس نے ٹرنک بند کر دیا۔۔ ماضی گزر گیا وہ حال میں آگیا اور پھر باہر چلا گیا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لو بھئی آج امتحان ختم ہوئے۔ مصیبت ٹلی۔ محنت کر لی اور رحمت کی امید ہے۔۔ آج موسم اچھا تھا، زیادہ گرم نہیں تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ظہر کی نماز پڑھی اور وہ نیچے صحن میں تخت پوش پر بیٹھی تھی۔ سامنے ایک کہانیوں کی کتاب کھلی تھی اور وہ بڑے مزے سے شہزادیوں اور شہزادوں کی جادوئی دنیا میں کھوئی تھی۔ جہاں ایک دیو نے ایک شہزادی کو پکڑا تھا اور شہزادہ اسے بچانے والا تھا۔ ساتھ ہی چارپائی پر دائی اماں بیٹھی تھیں جو کہ سوئی میں

دھاگے ڈالنے کی بار بار ناکام کوشش رہی تھیں ان کی نظر کمزور تھی جو وہ آنکھیں چھوٹی کر کے قریب لے جا کر بھی نہ ڈال پاتیں۔

دفعتاً باہر کا دروازہ بجا۔ حوا نے گردن موڑ کر دائیں طرف بیٹھیں دائی جان کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ منہ بسورتے اٹھیں۔ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ حوا نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا مگر پھر کتاب پر جھک گئی۔ نوجوان تخت پوش کے قریب آیا۔ حوا نے گردن اٹھا کر کھڑے لڑکے کو دیکھا "السلام علیکم! عباس بھائی"

"وعلیکم السلام۔۔۔ چچی کہاں ہیں؟"

"امی۔۔۔ اوپر ہوں گی" وہ سر ہلا کر اوپر چلا گیا۔

حوا ساتھ ساتھ پنکھا جھل رہی تھی۔ جس سے اس کے سر پر اوڑھا دوپٹہ ہر بار ہوا سے تھوڑا سا پھول جاتا پھر کانوں سے لگتا۔۔ پھر وہ پنکھا جھلتی پھر ہوا آتی اور پھر دوپٹہ ذرا سا پھول کر دوبارہ کان سے جا لگتا!

آسیہ بیگم اپنے کمرے کے باہر چھوٹے برآمدے میں ہی بیٹھیں تھیں۔۔ شیخو اور عبداللہ کے کپڑوں کو مائع لگاتے ہوئے، وہ مصروف سی تھیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"السلام علیکم چچی!" وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"وعلیکم السلام!" پھر کھڑی ہوئیں اور ساتھ پڑی دوسری کرسی آگے کی "آ بیٹھ۔۔"

پھر حال احوال پوچھ کر وہ اٹھیں اور اندر چلی گئیں۔۔ باہر آئیں تو ان کے ہاتھ میں چھوٹی سی پوٹلی تھی۔۔ ساتھ میں ایک کاغذ۔۔

"یہ۔۔ پکڑو" میرون رنگ کی پوٹلی آگے بڑھائی "یہ۔۔ چند ایک بالیاں ہیں۔۔ اچھی قیمت میں بیچ دینا" اور پھر کاغذ آگے بڑھایا "اور یہ۔۔ اس کے ابا کی دوائیاں ہیں۔۔ یہ بھی لاہور سے ہی لانی ہیں۔۔ دھیان سے لانا" وہ سمجھا رہی تھیں۔

اس نے بنا کھولے پوٹلی اور کاغذ جیب میں رکھے۔۔ دائی جان شربت کا گلاس لائیں۔۔ اسے پکڑایا اور پھر چلی گئیں۔۔

"چچی۔۔۔ اس کی کیا ضرورت تھی۔۔ کہیں سے ادھار لے لیتیں پیسے۔۔ بالیاں کیوں بیچ رہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کچھ افسردہ ہوئیں "بیٹے، دوائیاں مہنگی ہیں۔۔اس کے ابا اسی لیے احتراز برت رہے۔۔ بھلا زندگی بھی کبھی سونے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔۔ سونا ہوتا کس لیے ہے۔۔ برے وقت کے لیے ہی تو ہوتا ہے" وہ سر جھکائے سن رہا تھا

"چچی آپ نہ پریشان ہوں۔۔ میں کل ہی آپ کا کام کر دوں گا" پھر کھڑا ہوا "چلیں اب میں چلتا ہوں۔۔اپنا خیال رکھیے گا"

وہ مڑا گیا تو آسیہ بیگم کمرے میں چلی گئیں۔۔ مگر سیڑھیوں کی طرف جاتے ٹھٹکا۔۔ وہاں حوا کھڑی تھی۔۔(کیا اس نے سب سن لیا؟) یہ پہلا سوال تھا جو اس کے ذہن سے ٹکرایا۔

"عباس بھائی۔۔۔وہ۔۔ایک منٹ" پھر بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ واپس آئی تو مٹھی بند تھی۔۔وہ ہاتھ بڑی رازداری سے اس کی طرف بڑھایا اور مڑے ہوئے چند پیسے اسے دیے۔

اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"یہ۔۔مجھے ناکہانیوں کی کتابیں اور رسالے لا دیں۔۔ شیخو کو کہتی ہوں تو وہ چھے مہینے بعد آتا ہے۔۔ مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا" پھیکا سا مسکرائی۔ وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

پھر سیڑھیاں اترا اور دروازے کی طرف بڑھا۔۔کسی احساس کے تحت پیچھے منہ موڑا اور اوپر اسی جگہ دیکھا جہاں کچھ لمحے پہلے وہ اور حوا کھڑے تھے۔۔حوا ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔۔۔ کچھ سوچ رہی تھی۔۔اس نے سر جھٹکا اور چل دیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: